ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ
جنوری ۱۹۹۷ء
۱

اسلام زندہ باد

جمہوریت پر لعنت بے شمار

رمضان المبارک
اخروی کمائی کا مہینہ

لٹیرے ایک بار پھر آپ کی دہلیز پر

جاگتے کا خواب
سید عطاء المحسن بخاری کا فکر انگیز کالم

"کیپیٹل بینک سکینڈل"
پاکستان میں قادیانی بینک کے قیام کی سازش

بیدار
مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

پاکستان کا آئین اور غیر مسلم جج صاحبان!

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی موت پر دانشورانہ خود مذمتی کے شہ پارے

صلۂ جہادِ آزادی

بد دیانت مؤرخوں نے ان مجاہدینِ آزادی کو یکسر فراموش کر دیا جن کے عزم و عمل نے سیاسی گزر گاہوں میں اسلام کی عظمت کے چراغ روشن کر کے قوم کو آزادی کی منزل تک پہنچایا۔ افسوس! آج وہی لوگ قوم کے قہر و غضب کا شکار ہو گئے۔ ان پر ہر وہ جھوٹ بولا اور ہر وہ افتراء باندھا گیا جسے سن کر........

مہر و وفا کانپے، زمیں لرزی، فلک تھرا گیا

ان کی قربانیاں راکھ ہو گئیں
ان کی استقامت پر تبرّیٰ تولا گیا
ان کی عظمت کو داغدار کرنے کی کوششیں کی گئیں
ان کی ہڈیوں کو سوکھی لکڑی کی طرح جلا دیا گیا
آہ ....

اُن کے خلوص پر شک کیا گیا، ان کے جذبوں کا مذاق اڑایا گیا اور ان کی محنت کو دولت اور جاگیر کے عوض فروخت کر دیا گیا۔ دجل و دروغ کی سیاست گاہ میں ان کی آواز اس صدا کی طرح ہو گئی جو صحراؤں میں بلند ہو کر ریت کے تودوں میں اتر جاتی ہے۔ وہ لوگ احساسات کی قبر میں لیٹ گئے اور ان کی جگہ ایسے افراد نے لے لی جنھوں نے شہیدوں اور مجاہدوں کے خون کو غازہ اور ہڈیوں کو سہرے کا پھول بنا لیا۔ یہاں تک کہ مجاہدینِ آزادی کے وجود کا چراغ گُل ہو گیا۔ ان کی جگہ سیاسی مجاور آ گئے جو آج بھی غلامی کا کاسۂ گدائی لئے پھرتے ہیں............ع

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

(جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری رحمہ اللہ)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ، جنوری ۱۹۹۷ء جلد ۸، شمارہ ۱، قیمت ۱۲/ روپے

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ○ قمر الحسنین

شمس الاسلام بہاری ○ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ○ عبداللطیف خالد

خادم حسین سید خالد مسعود

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک ۱۲۰/ روپے ○ بیرونِ ملک ۱۰۰۰/ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات:	اداریہ	سید محمد کفیل بخاری	۳
معاصر آراء:	قادیانی وزیر کا تقرر، غیر دانشمندانہ فیصلے کیوں؟	(ادارتی شذرہ نوائے وقت)	۵
قلم برداشتہ:	جاگتے کا خواب	سید عطاء المحسن بخاری	۷
شخصیت:	مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر اسلم انصاری	۱۱
شاعری:	سیاست دانوں کا قومی ترانہ (امجید لاہوری، عینک فریمی)	پروفیسر اکرام تائب	۱۹
	احتساب (نظم)، محسوسات (نظم) حضرت صوفی کاشمیری	سید کاشف گیلانی	
	، مرزا غلام احمد قادیانی۔ انتخابی لیڈر سید کاشف گیلانی		
ردِ مرزائیت:	احرار تبلیغ کانفرنس قادیان ۱۹۳۴ء میں	ڈاکٹر سبطین لکھنوی	۲۳
" " " ":	امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا خطاب		
" " " ":	پاکستان میں احرار کی مرزائیت سے پہلی ٹکر	محمد یعقوب اختر، شیخ عبدالمجید	۲۷
" " " ":	پاکستان کا آئین اور غیر مسلم جج صاحبان	جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ	۳۱
نظم:	امت کے محسنوں میں ہے نام معاویہ	سید عطاء المحسن بخاری	۳۵
حسن انتخاب:	ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی موت پر دانشورانہ خود مرمتی کے شہ پارے	ارشاد احمد عارف	۳۶
انکشاف:	قادیانی ڈائریکٹرز پر مشتمل کیپیٹل بینک اسکینڈل	سید محمد کفیل بخاری	۳۸
تاریخ و سیرت:	احتساب (سیرت طیبہ کا ایک ورق)	شاہ بلیغ الدین	۴۰
کہکشاں:	بلند مقام (ایک صحابی رسول کا ایمان افروز واقعہ)	حکیم محمود احمد ظفر	۴۲
دین و دانش:	رمضان المبارک، اخروی کمائی کا مہینہ	مولانا محمد مغیرہ	۴۴
صدائے احرار:	لٹیرے ایک بار پھر آپ کی دہلیز پر	احمد معاویہ	۵۰
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۵۲
اخبار الاحرار:			۵۴

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری اور حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری کے تبلیغی اسفار کی روداد، مدرسہ بستان عائشہ میں سالانہ اجتماعِ خواتین، مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم میں ترجمہ قرآن اور مشکوٰۃ شریف کے ختم کی تقریبِ سعید۔

ترسیم:	مسافرانِ عدم	ادارہ	۶۰
حسن انتقاد:	تبصرۂ کتب	سید محمد کفیل بخاری	۶۲

سید محمد کفیل بخاری

اسلام زندہ باد

جمہوریت پہ لعنت بے شمار

صدر فاروق احمد خان لغاری نے زرداری حکومت کی معزولی کے ساتھ ہی ۳ فروری کو عام انتخابات منعقد کرنے کا اعلان کیا تھا اور تا حال وہ اپنے اس وعدے پر اخباری بیانات کی صورت میں قائم نظر آتے ہیں۔ نگران وزیراعظم معراج خالد بھی اس مؤقف پر قائم ہیں کہ انتخابات بہر صورت ۳ فروری کو ہی ہوں گے۔ نگران حکومت کی تمام تر یقین دہانیوں کے باوجود قوم کو یقین نہیں آرہا۔ پورا ملک بے یقینی کی عجیب و غریب کیفیت میں ڈوبا ہوا ہے۔ الیکشن ہوتے ہیں یا نہیں؟ ہوتے ہیں تو کیا نتائج نکلیں گے؟ نہیں ہوتے تو کیا صورت بنے گی؟ پھر کون آئے گا؟ اس قسم کے سوالات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو صبح و شام سننے میں آرہا ہے۔ لیکن ایک بات پر نہ جانے لوگوں کو کیوں یقین سا آگیا ہے کہ "اب تو مارشل لاء ہی آئے گا" عوام بھی سچے ہیں۔ پچاس برس سے اس ملک کے سیاست دان انہیں دھوکہ دے رہے ہیں۔ اسلام کے نام پر ملک بنایا اور خلاف اسلام نظام رائج کر دیا۔ انتخابات میں وعدے کئے مگر ایک بھی پورا نہ کیا۔ ملک کو معاشی و اقتصادی، سیاسی، اخلاقی، دینی ہر اعتبار سے تباہ کر دیا۔ ہر انتخاب کا نتیجہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف میں مستقل محاذ آرائی۔ ہر پھر کے وہی جاگیردار، سرمایہ پرست، مردود و خبیث، بدمعاش و بد کردار، بد عنوان و بدلحاظ، زانی، شرابی، چور، اچکے، ڈاکو، لٹیرے، قاتل اور بے غیرت، قوم کی رہنمائی کے لئے آجاتے ہیں اور اسمبلیوں کے دروازے انہی لوگوں کے لئے کھلے ہیں۔ مسلم لیگ ہو یا پیپلز پارٹی یا دیگر بے دین جماعتیں، اُنہیں اِنہی لوگوں کو ہی ٹکٹ دیتے ہیں۔ اخبارات میں دونوں جماعتوں کے امیدواروں کی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں۔ وہی قرضہ خور، ملکی خزانہ اور قوم کی عزتوں کو ایک ساتھ لوٹنے والے بدمعاشوں کی غالب اکثریت پھر قومی قیادت کے لئے تیار کھڑی ہے! یہ ان کا جمہوری حق ہے۔ اور اسی کا نام جمہوریت ہے۔

اُدھر قاضی حسین احمد نے انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا ہے۔ ان کا فیصلہ بے یقینی اور مایوس کن سیاسی فضا میں بادِ بہاری کا خوشگوار جھونکا ہے۔ کاش! جماعت اسلامی ہمیشہ کے لئے انتخابات کے بائیکاٹ کا فیصلہ کر لے۔ اور دیگر مذہبی جماعتیں بھی کافرانہ اور مشرکانہ جمہوری نظام میں اپنی حیثیت کو پہچان کر اپنے آپ کو انتخابی عمل سے ہمیشہ کے لئے الگ کر لیں۔

مجلس احرار اسلام گزشتہ تیس برسوں سے مسلسل اپنے اس مؤقف کا برملا اظہار کر رہی ہے کہ جمہوریت مشرکانہ و کافرانہ نظام ہے اس کے ذریعے نفاذ اسلام کی کوشش نہایت احمقانہ اور جاہلانہ سوچ ہے۔ آج یہ فکر قوم کی آواز بن رہی ہے۔ تجربہ و مشاہدہ اور نتائج اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ پاکستان

کی تمام دینی جماعتیں نفاذ اسلام بذریعہ تبلیغ و جہاد کی دعوت لیکر نکلیں تو قوم ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرے گی اور کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ پاکستان میں دینی قوتوں کا مستقبل صرف ایک ہی نعرہ میں روشن ہے

اسلام زندہ باد۔ جمہوریت پہ لعنت بے شمار

قادیانی اور انتخابات:

۳۰ دسمبر کے قومی اخبارات میں قادیانی جماعت نے ایک اشتہار کے ذریعے اعلان شائع کرایا کہ "قادیانی انتخابات میں اپنی مخصوص نشستوں پر امیدوار کھڑے نہیں کرے گی اور بائیکاٹ کرے گی"۔ قادیانی مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ اور دھوکہ دہی پر ہے۔ یہ ان کا پرانا وطیرہ ہے کہ انتخابات کا بائیکاٹ بھی کرتے ہیں اور اس میں حصہ بھی لیتے ہیں۔ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں بھی انہوں نے بائیکاٹ کیا مگر جن افراد نے قادیانی اقلیتی نشستوں پر انتخاب میں حصہ لیا ایک طرف تو انہیں جماعت سے خارج کر دیا اور دوسری طرف انتخابات میں ان کی بھرپور مدد کی۔ ملک بشیر الدین کو ایم این اے اور نعیم الدین خالد کو ایم پی اے بنوانے میں مدد دی۔ مذکورہ امیدوار انتخابات کے دوران ربوہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ اور جیتنے کے بعد اسمبلیوں میں قادیانیوں کی نمائندگی کرتے رہے۔

اب بھی یہی صورت حال ہے کہ ۲۹ دسمبر کے اخبارات میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق پنجاب کی اقلیتی نشستوں پر ۵ قادیانیوں نے کاغذات داخل کرائے۔ جن میں سے ۳ کے منظور اور ۲ کے مسترد کر دیئے گئے جبکہ ۳۰ دسمبر کے اخبارات میں بائیکاٹ کا اشتہار شائع کرایا۔ بعینہ اسی طرح کہ مرزا غلام احمد قادیانی، حضور ﷺ کو خاتم النبیین بھی کہتا ہے اور پھر خود نبوت کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ سچ ہے "ان کی نبوت بھی جھوٹی، خبر بن بھی جھوٹی"

نگران حکومت اور قادیانیوں کے لئے کلیدی عہدے

۱۶ دسمبر ۱۹۹۶ کو کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے ایک وفد نے صدر مملکت سے ملاقات کرکے ان سے مطالبہ کیا کہ سندھ میں ایک علانیہ قادیانی کنور ادریس کو وزارت کے منصب سے الگ کیا جائے۔ صدر کو بتایا گیا کہ اس مسئلہ پر ملک بھر کے مسلمانوں میں شدید اضطراب ہے۔ سندھ میں مسلسل احتجاج اور ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ مگر انہوں نے یقین دہانی کے باوجود قادیانی وزیر کو برطرف نہیں کیا۔

صدر مملکت کے اس استدلال کے جواب میں کہ "کنور ادریس نے جو حلف اٹھایا ہے اس میں حضور ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرنے کی عبارت بھی موجود ہے" اور یہ کہ "آئین میں کسی غیر مسلم کے وزیر

(بقیہ ص ۴۳ پر دیکھیں)

اداریہ شذرہ نوائے وقت

قادیانی وزیر کا تقرر غیر دانشمندانہ فیصلے کیوں؟

سندھ میں ایک قادیانی وزیر (کنور ادریس) کے تقرر کے خلاف ہفتے کے روز ہڑتال کے موقع پر کراچی کے مختلف علاقوں میں چھے گاڑیوں کو نذر آتش کیا گیا، متعدد علاقوں میں دھماکے کئے گئے ٹائر جلائے گئے، ٹریفک پر پتھراؤ ہوا، متعدد افراد کو گرفتار کر لیا گیا اور کئی بازار احتجاجاً بند رہے۔علماء کے ایک وفد نے گورنر سندھ سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ ایک قادیانی کو وزیر خزانہ سندھ مقرر کر کے نگران حکومت نے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے اور ان کی دینی حمیّت کو چیلنج کیا گیا ہے۔

کراچی برسوں سے گڑبڑ فسادات اور ہڑتالوں کا مرکز رہا ہے اور گزشتہ سال بڑی مشکل سے وہاں امن کی صورت دیکھنے کو ملی اور جواب تک چلی آرہی تھی لیکن نگران حکومت کے دور میں سندھ کی کابینہ میں قادیانی وزیر خزانہ کے تقرر سے کراچی کی فضا میں یکایک ہلچل مچ گئی ہے اور بیٹھے بٹھائے احتجاج کی صورت ایک نیا مسئلہ پیدا ہو چکا ہے۔ ہڑتال، املاک نذر آتش ہونے، تعلیمی اور کاروباری اداروں کی بندش اور گرفتاریوں کی خبریں آرہی ہیں۔اور اگر نگران حکومت نے تقرر کے اس غیر دانشمندانہ فیصلے کو واپس نہ لیا تو احتجاج کا سلسلہ اندرون یا ملک کے دوسرے حصوں میں بھی پھیل سکتا ہے۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ نگران حکومت نے خواہ مخواہ یہ مسئلہ کیوں کھڑا کر کے امن و امان کو درہم برہم کرنے کا سامان پیدا کیا ہے۔ آخر قادیانی کو کابینہ میں نمائندگی دینے کی تک کیا ہے، کیا قادیانی کو اقلیتوں کے نمائندے کے طور پر کابینہ میں شامل کیا گیا ہے؟ جبکہ قادیانی خود کو غیر مسلم نہیں سمجھتے بلکہ وہ مسلمانوں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم کے انتقال کے وقت سابق وزیر خارجہ پاکستان سر ظفر اللہ خان (قادیانی) نے ان کی نماز جنازہ تک پڑھنے کے بجائے اس دوران ایک طرف "تشریف فرما" ہونا پسند کیا اور جب ان سے قائد اعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ "آپ میرے اس اقدام پر مجھے ایک مسلمان ملک کا غیر مسلم وزیر خارجہ تصور کر لیں یا ایک غیر مسلم ملک کا مسلمان وزیر خارجہ تصور فرما لیں" بانیٔ پاکستان اور مسلمانوں کے بارے میں ان کے یہ جذبات تھے۔ اسی طرح نامور پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام جو سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے ایڈوائزر تھے، انہوں نے بھٹو دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر، فوری طور پر استعفیٰ داغ دیا تھا اور مستقل طور پر بیرون ملک اقامت پذیر ہو گئے تھے اور پاکستان بھی کبھی کبھار اس طرح تشریف لاتے تھے جیسے کسی غیر ملک میں کوئی جاتا ہے۔

قادیانی حضرات اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے پاکستان کے باہر اپنے ہی ملک کے خلاف سازشوں

میں مصروف دکھائی دیتے ہیں اور اپنے عقیدے پر پوری طرح قائم ہیں - بلکہ بیرون ملک اپنے ٹیلی ویژن قائم کرکے ڈش کے ذریعے عوام یا لوگوں کو گمراہ کرنے کے چکر میں ہیں اور بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ ہمارے بعض دانشور بھی ان لوگوں کی حمایت میں کالم، مضامین یا خطوط لکھ رہے ہیں - حالانکہ انہیں دیکھنا چاہیئے کہ یہ خاتم النبیین حضور اکرم ﷺ کی حرمت کا مسئلہ ہے، مسلمانوں کے ایمان کا مسئلہ ہے، کوئی معمولی چیز نہیں -

مسلمانوں کو اسلام کے بنیادی عقائد پر مضبوطی سے ڈٹ جانا چاہیئے کیونکہ اس پر کسی سے کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا - ہمارے بے خبر دانشور جنہیں اپنے دین کی پروا نہیں وہ قادیانیوں کے خلاف کارروائیوں اور انہیں راہ راست پر لانے کی کوششوں پر خود کو شرمندہ قرار دے رہے ہیں- ہمیں عقیدۂ ختم نبوت پر کسی طور پر شرمندہ نہیں ہونا چاہیئے-اسی طرح گورنر سندھ نے مسلمان علماء کا موقف سننے کے بعد جو اعتراف کیا ہے کہ ان سے فروگذاشت ہوئی ہے اور چار روز کا موقع حاصل کرکے یقین دلایا ہے کہ اس عرصے میں وہ صدر اور وزیر اعظم کے علاوہ وزیر اعلیٰ سندھ سے رابطہ قائم کرکے صورتحال کو معمول پر لانے کی پوری کوشش کریں گے- نگران حکومت کو فوری طور پر اپنا نادانی پر مبنی فیصلہ واپس لینا چاہیئے بصورت دیگر نتائج نہ صرف صوبہ سندھ بلکہ پورے ملک کے لئے تباہ کن ثابت ہوں گے- کراچی اور صوبہ سندھ میں جو امن قائم ہوا ہے تباہ و برباد ہوجائے گا اور آئندہ انتخابات کا سارا عمل خطرے میں پڑ جائے گا-

(ادارتی شذرہ، روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان، ۲ دسمبر ۱۹۹۶ء)

جامع مسجد ختم نبوت (دار بنی ہاشم ملتان) کی تعمیر

جامع مسجد ختم نبوت (مدرسہ معمورہ، دار بنی ہاشم ملتان کی بالائی منزل زیر تعمیر ہے- اخراجات کا تخمینہ چار لاکھ روپے ہے

اہل خیر مسجد کی تعمیر میں نقد یا سامان کی صورت میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اجر حاصل کریں

*بذریعہ منی آرڈر : سید عطاء المحسن بخاری دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

*بذریعہ چیک یا ڈرافٹ، بنام سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر 29932 حبیب بینک حسین آگاہی ملتان پاکستان

جاگتے کا خواب

آج شعبان کی چودھویں ہے
چاروں طرف نور کی رم جھم ہے
مگر میرا جسم سلگ رہا ہے
آنکھیں کھلی ہیں..... مگر بند ہیں
دل دماغ تھکے ہوئے ہیں مگر جاگ رہے ہین
میرے حواس قائم ہیں، فرحت وانبساط محسوس کر رہے ہیں
میرے ادراکات صحیح سمت میں سفر کر رہے ہیں
میں محسوس کرتا ہوں گویا میں دیکھ رہا ہوں
دور افق تک ایک ہجوم سا لگتا ہے
جیسے سچ مچ آدم زادوں کا ازدحام ہے، گویا محشر ستانِ بنی آدم ہے
تل دھرنے کو جگہ نہیں
گھٹن ایسی کہ سانس تک لینا گراں ہے۔
ہر چہرہ فق ہے کہ کرب کی کیفیات چہروں سے عیاں ہیں
میں یہ حال دیکھ کر سوچتا ہوں، شاید کسی بڑی آفت کا سامنا ہے
اللہ خیر کرے، یارب کرم آخر یہ کیا ہے؟ ہجوم کیوں ہے؟
گھبراہٹ میں پیشانیاں پسینے سے بھیگی ہیں
اضطراب اور پیاس سے حلق میں کانٹا سا پڑ گیا ہے
میں بھی تجسس کے دھیان میں دائیں بائیں سے بے نیاز یہ منظر دیکھنے کے لئے آگے بڑھتا ہوں
ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ ایک اجنبی حواس باختہ، ہراساں، بھیڑ چیرتا ہوا میری طرف بڑھا، مجھے دیکھ کے ٹھٹھک گیا، سنبھلا، رکا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا.....
گویا مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے
میں نے پہل کی اور پوچھا.....
اجنبی تم کون ہو؟ پریشان و مضطرب کیوں ہو؟
میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ کچھ بڑبڑایا.....

مجھے یوں لگا جیسے وہ جاننا چاہتا ہو کہ یہ ہجوم کیسا ہے؟ تم کون ہو؟ کیا ماجرا ہے؟ یہ سب لوگ کون ہیں؟ انھیں کیا ہو گیا ہے؟ انہیں چپ سی کیوں لگی ہے؟

میں اسکے سوالوں کی بوچھاڑ میں صرف یہی کہہ سکا کہ..... "میں مسافر ہوں، اس انبوہِ بدحواس میں گھر گیا ہوں"۔

وہ بولا، "کہاں کے باسی ہو؟"

میں نے کہا، "پچھم کی اَور بہت دور کا رہنے والا ہوں"

"یہاں کیسے آنا ہوا؟"

"ازدام ود دملوم وانسانم آرزوست"

(میں چوپایوں دوپایوں سے تنگ آچکا ہوں اور تلاش آدم میں اُدھر آنکلا ہوں)

"دیکھو یہ سبز پوش، عافیت کوش، جوانانِ رعنا، یہ گلگوں قبا، چوڑے چکلے شمشاد قد مانند گلاب کھلے چہرے..... یہ سب آدم زاد ہی تو ہیں..... برنگ ارغوانی باغوں میں یوں پرہ جمائے بیٹھے ہیں..... جیسے کعبۃ اللہ میں بتانِ آذری! یہ ان لوگوں کی اولاد ہیں جنہوں نے اللہ، رسول، قرآن، کعبہ اسلام کے نام پر یہ دھرتی حاصل کی، جہاں آج تم بھی کھڑے ہو! اس دھرتی میں ان کے راج پاٹ کو پچاس برس ہونے کو ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ آگے بڑھنے کی بجائے قرونِ مظلم کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ وہی اللے تللے، وہی رعونت و خشونت، وہی جہالت و سرکشی، وہی استبدادی رویے وہی ظلم وہی جور و جفا، وہی اسراف اور لاف گزاف! اللہ کی مخلوق جانوروں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ اعمال، اخلاق، اچھی صفتیں، انسانی رویے، مہربانوں محسنوں اور شرفاء کے جذبوں سے محروم قوم، وہیں پہنچ چکی ہے جہاں سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے انسان نما حیوان بستے تھے"

میں اجنبی کی زوردار تڑپتی ہوئی کرب انگیز گفتگو میں محو تھا، اچانک میں نے اسکا چہرہ دیکھا تو آنسوؤں سے تر تھا۔ اسکی سونے کے تاروں جیسی گھنی حسین ڈاڑھی بھیگ چکی تھی۔ نہ جانے وہ کب سے رو رہا تھا۔ میں نے دیکھا اجنبی سسکیاں لے رہا تھا۔ میں اسکی طرف بڑھا کہ اس کو تسلی دوں، اسکی ڈھارس بندھاؤں، اسکی سیوا کروں، ابھی میں اسکو ہاتھ لگانا چاہتا تھا کہ وہ تڑخ کر بولا..... "خبردار! مجھے ہاتھ مت لگا۔ تو بھی ان کا معاون مددگار ہے۔ انہی میں بھیگ کر خوش ہے، انہی کی دوستی پر تجھے ناز ہے، انہی کو اپنا بڑا سمجھتا ہے، اپنی زندگی کی گاڑی انہی سہاروں پر چلاتا ہے، انہی کو کشتیِ بے بادباں کا کھیون ہار سمجھتا ہے۔ میرے قریب مت آ، میں حدت و حرارت اور تمازت کی برداشت نہیں رکھتا، میں پہلے ہی بہت نحیف ہو چکا ہوں"..... یہ کہہ کے وہ چیخ چیخ کر رونے لگا۔ روتے روتے اسکی ہچکی بندھ گئی، وہ نڈھال ہو گیا۔ اسکا سر دائیں طرف ڈھلک گیا۔ اسکی یہ حالت دیکھ کے میں ڈر گیا اور خوف کی حالت میں بھاگنے لگا، میں اسپ تازی یا غزال ختن کی طرح چوکڑیاں بھر کے اسکی نگاہوں سے دور ہو جانا چاہتا تھا، مگر میرے پاؤں زمینِ ظلم میں گڑ گئے..... اچانک اجنبی پھر گویا ہوا، وہ کراہتے ہوئے بولا "رک جاؤ!"

اور نحیف سی آواز میں بولا.....ع

گوش نزدیکِ لبم آر کہ آوازے ھست

(کان، میرے ہونٹوں سے لگا دے۔ تا کہ میری آواز سن پائے)

سنو، میں ان میں سے ایک ایک کو جانتا ہوں۔ انکے مسخ چہرے پہچانتا ہوں۔ ان کے آباؤ اجداد سے میرا بہت گہرا تعلق ہے، مگر یہ.....ع

نیستند آدم خلاف آدم اند

(یہ آدمی نہیں ہیں۔ صرف روپ بہروپ آدمیوں والا ہے)

تم مرے قریب آؤ، ڈرو نہیں، مجھے غور سے دیکھو، مجھے پہچانو..... میں نے بیم ورجا کی حالت میں آنکھیں کھول دیں۔

دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا..... جو کچھ کہ دیکھا خواب تھا، یا خیال تھا، کیا تھا؟

چودھویں کا چاند نور برسا رہا تھا۔ افق سے افق تک، نور ہی نور تھا، آسمان و زمین چاند رنگ ہو رہے تھے، مگر..... دل کو پگھلا دینے والی ایک کربناک آواز فضا کو کرب انگیز کر رہی تھی۔ ایک ارتعاش تھا، ایک لرزش تھی، ایک عجیب کیف تھا جس میں قلب و دماغ ڈوبتے چلے جا رہے تھے۔ گویا میں ایک روحانی ادراک میں محو تھا، مسلسل ایک آواز آ رہی تھی۔

ایک لے تھی جو الفاظ کی گرفت سے باہر تھی، وہ نغمۂ لاہوت تھا جو ناسوتیوں کو مسلسل جھنجھوڑ رہا تھا، وہ ایک صوتِ لطیف جسکی لطافت کا صرف روحی ادراک ہو سکتا ہے۔ بیان نہیں ہو سکتا۔ ہاں اسکا مفہوم بیان ہو سکتا ہے۔

اور مفہوم یہ تھا کہ.....ع (لو تم بھی سنو، حکمراں بھی سنیں)

اگر تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہ چھوڑی

اگر تم مشرکوں کی یونہی اتباع کرتے رہے

اگر تم کافروں کی اداؤں کے گرویدہ ہو کے ان پر مرمٹے.....

تو صدیوں یونہی بھٹکتے رہو گے

کافرانہ خواہشوں کی دلدل میں دھنستے چلے جاؤ گے، حیوانی آرزوؤں اور تمناؤں کی بھنور میں پھنس کے نکل نہ سکو گے۔

فنا کے گھاٹ اتر جاؤ گے

تمہارا نام و نشان تک نہ رہے گا

بچو، بچو! کہ ابھی وقت ہے

سنبھلو کہ ابھی گنجائش ہے
اس وقت کو غنیمت جانو کہ ابھی تمہاری زبان پر میرا نام ہے
مگر میں تمہارے لئے اجنبی ہوں
ہاں ہاں میں اجنبی ہوں، میں اجنبی ہوں
اور جن قوموں کے لئے میں اجنبی ہو جاتا ہوں، انہیں "ھاویہ" میں پھینک دیا جاتا ہے۔
پھر ان کا نام تک نہیں ہوتا داستانوں میں۔
ہم نے بہت سی قوموں کو ہلاک کیا
"اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لیکر"..... انکا ٹھکانہ تک نہیں
میں اللہ کا دین "اسلام" ہوں۔
اور سلامتی، امن، عزت، عظمت، ترقی، عروج، بقاء، ارتقاء، آبروئے مدام اور بقاء دوام صرف اور صرف میرے ساتھ ہی وابستہ ہے۔
فَاتقُو الله يَا أُولِی الالباب لعلکم ترحمون
عقل والو بچو (فکری آوارگی) سے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اسلام زندہ باد.........................جمہوریت مردہ باد

مدرسہ ختمِ نبوت مسجد احرار ربوہ

دارالکفر والارتداد ربوہ میں مسلمانوں کا عظیم تعلیمی و تبلیغی مرکز

ڈیڑھ سو سے زائد طلباء و طالبات قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بخاری پبلک سکول میں پرائمری تک طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ پچاس سے زائد طلباء رہائش پذیر ہیں۔ مدرسہ کی توسیع کے لئے مزید دو کنال زمین کی خرید اشد ضروری ہے۔ درسگاہوں اور مسجد اور مسجد کی تعمیر تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اپنے عطیات، زکواۃ و صدقات اس کارِ خیر میں دے کر اجر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے:۔

سید عطاء المھیمن بخاری، منتظم مدرسہ ختمِ نبوت، مسجد احرار ربوہ ضلع جھنگ۔ فون: 211523(04524)

پروفیسر اسلم انصاری

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ وفات ۸ جنوری ۱۹۴۲ء

سیرت و کردار:

چودھری افضل حق کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے تمام احساسات پر ان کی اخلاقی حس Moral sense غالب تھی، اگرچہ انہوں نے ایک بھرپور سیاسی زندگی بسر کی، تاہم اصطلاحاً وہ بنیادی طور پر ایک اخلاقی انسان تھے، ان کی زندگی کے تمام اہم فیصلے ان کی اخلاقی حس کے ساتھ بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے سرکاری (انگریزی حکومت کی) ملازمت چھوڑ کر سیاسی زندگی اس لئے اختیار کی کہ یہ ان کے اخلاقی شعور کا فیصلہ تھا۔ سیرت و کردار کے عمومی مظاہر کے نقطہ نظر سے صبر و استقامت، بلکہ عزیمت ان کی شخصیت کے بہت نمایاں اوصاف دکھائی دیتے ہیں۔ وہ پولیس کی ملازمت چھوڑ کر آئے تھے، ترکِ ملازمت کے ایک ہی سال بعد انبالہ جیل میں ان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ ایک عام دل و دماغ کے انسان کے تمام تر فیصلوں کو متزلزل کرنے کے لیے کافی تھا، اسی طرح ۱۹۳۹ء میں راولپنڈی جیل کی اذیتیں بھی بے حد حوصلہ شکن تھیں، گورکھپور جیل کا ماحول ان کے لئے بے حد اجنبی تھا۔ پنجاب کا کوئی ساتھی اس جیل میں ان کے ساتھ نہیں تھا اور آزادی کی خواہش بعض اوقات انہیں شدید گھٹن اور اضطراب میں مبتلا کر دیتی تھی، معاشی اعتبار سے وہ قطعاً آسودہ حال نہ تھے، ترکِ ملازمت کے بعد ان کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں تھا۔ ان کی اہلیہ کے بیان کے مطابق وہ کتابیں لکھ کر گھر کا خرچ چلاتے تھے۔ (۱)

ان کے سیاسی نقطۂ نظر سے اختلاف کیا جاسکتا تھا، لیکن ان کی اخلاقی خوبیوں کا ہر کہ دمہ قائل تھا، مولانا غلام رسول مہر کے الفاظ میں:

"چودھری افضل حق مرحوم کا نام زبان پر آتے ہی ایک ایسی شخصیت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے جو فکری اخلاقی اور عملی خوبیوں کی جامعیت کے لحاظ سے اپنی زندگی میں بھی بہت ممتاز سمجھی جاتی تھی اور اب تو یہ خوبیاں انفرادی حیثیت میں بھی بہت ہی کم پائی جاتی ہیں۔" (۲)

اسیری کے بعد پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ممبر کی حیثیت سے بھی ان کی حق گوئی اور بے باکی غیر معمولی تھی۔ ان کی تمام بحثوں، تقریروں اور تحاریک التوا میں مداہنت اور لومتہ لائم کا اثر نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ بہت حد تک ایک ایسے اخلاقی مفکر Moral Thinker تھے جسے اپنے نظریات پر کامل یقین تھا، اور ان پر عمل پیرا ہونے کا حوصلہ بھی حاصل تھا۔ مولانا غلام رسول مہر ہی کے الفاظ میں۔

"چودھری صاحب مرحوم فکر و تدبر، اخلاص و ایثار اور ہمت و عزیمت کا ایک عجیب و غریب پیکر تھے۔ ان کا جسم خلقتاً بھی کمزور تھا۔ پھر قومی خدمت کے شدائد نے ان کی صحت تباہ کر ڈالی۔ انہیں تنفس کا

دورہ شروع ہوتا تھا تو زندگی کے لالے پڑ جاتے تھے۔ تاہم انہوں نے خدمت کے میدان سے حیاتِ مستعار کے آخری سانس تک ایک لمحے کے لئے بھی کنارہ کشی گوارا نہ کی۔"(۳)

وہ طبعاً سادگی پسند تھے، اسراف کو پسند نہیں کرتے تھے، حقہ نوشی سے انہیں شدید نفرت تھی اور اسے دیہاتی مسلمانوں کی پس ماندگی کا بہت بڑا سبب گردانتے تھے۔ وہ صفائی پسند تھے اور روحانی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ جسمانی پاکیزگی کو بھی بے حد اہمیت دیتے تھے۔ مذہب کے انسانی اور اخلاقی پہلو کو وہ زیادہ قابل توجہ اور قابلِ عمل خیال کرتے تھے۔ وہ ہر کہ مہ کا احترام انسانی نقطہ سے لازمی سمجھتے تھے۔ ان کی تعلیم ادھوری رہی تھی، لیکن وہ مطالعہ پسند اور علم دوست انسان تھے، سیاسی سرگرمیوں کے ہجوم اور شدائد حیات کی یورش میں بھی انہوں نے مطالعہ اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ چودھری افضل حق کے کردار کی تفہیم کے سلسلے میں ان کی اہلیہ کے چند بیانات بے حد اہم ہیں، وہ کہتی ہیں۔

"یوں تو وہ میرے خاوند تھے۔ میں ان کی تعریف کروں تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہ ہوگی، مگر میں بہ حیثیت مسلمان ہونے کے یہ کہتی ہوں کہ وہ سیرت و کردار کے لحاظ سے فرشتہ تھے۔ وہ قومی امور کو ذاتی مفاد پر ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ وہ کتابیں لکھتے تھے اور ان کتابوں کی آمدنی سے بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ بعض اوقات ایسے مواقع بھی آئے کہ گھر میں کچھ بھی نہ تھا، تین تین دن ہم نے فاقے میں گزار دیئے، کبھی نمک مرچ سے روٹی کھائی، مگر ان کی خودداری کی تعلیم گھر کے سارے افراد میں کچھ اس طرح رچ بس گئی تھی کہ کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ہم فاقے میں ہیں۔ اس حالت میں بھی اگر کوئی مہمان آ گیا تو وہ قرض لے کر بھی مہمان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔"(۴)

افراد خاندان اور بہن بھائیوں کے ساتھ ان کے تعلقات مثالی تھے، اپنی والدہ سے انہیں بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ وہ ایک سعادت مند بیٹے تھے۔ بچوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ انہوں نے زندگی میں اپنی ذاتی آسودگی کے لئے کبھی بھی نہ سوچا، ان کی اہلیہ ہی کے الفاظ میں..... "انہوں نے زندگی بھر کوئی عیش نہ کیا۔ اپنی ذاتی آسانیوں کے لئے کبھی نہ سوچا۔ ہمیشہ قوم اور ملت کے مفادات کو سامنے رکھا۔"(۵)

افکار و خیالات:

عمومی اعتبار سے چودھری افضل حق کے افکار و خیالات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی۔ (۱) سیاسی افکار (۲) اخلاقی اور معاشرتی افکار

اگرچہ کسی انسان یا مفکر کے تمام افکار میں ایک نامیاتی رشتہ موجود ہوتا ہے لیکن نوعیت کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی بھی ہو سکتی ہے اور مطالعے کے نقطۂ نظر سے انہیں الگ الگ کر کے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ سیاسی

اعتبار سے افضل حق نے اپنی زندگی کا آغاز خلافت اور کانگرس کے پلیٹ فارموں سے کیا۔ ترکوں کے ساتھ ان کی جذباتی وابستگی کا آغاز ان کے زمانہ طالب علمی ہی میں ہو گیا تھا، اس لئے ہر مخلص مسلمان کی طرح وہ تحریک خلافت میں اپنی پوری ذات کے ساتھ شامل ہونا چاہتے تھے۔ جب تحریک خلافت عروج پر تھی وہ برطانوی حکومت کی ملازمت کی پابندیوں میں تھے۔ جب ملازمت سے مستعفی ہو کر میدانِ سیاست کی طرف آئے تو تحریک خلافت زوال پذیر ہو چکی تھی۔ اور اس تحریک سے پیدا ہونے والے انگریز دشمنی اور حریت پسندی کے جذبات کو گاندھی کی عملی سیاست کانگرس میں جذب کر رہی تھی۔ افضل حق کا مجموعی سیاسی نصب العین وطن کی آزادی اور ملک کا سدھار تھا۔ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی حالت زار سے بہت پریشان تھے، اس لئے ان کی تمام ابتدائی کوششوں میں سیاسی بیداری کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کے مقاصد بھی نمایاں ہیں۔ ان کے سیاسی افکار کے ایک معتد بہ حصے پر تاریخ کے فیصلوں نے خاموش تبصرہ رقم کر دیا ہے۔ وہ اگرچہ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۹ء تک خلافت کمیٹی کے رکن ہونے کے ساتھ ساتھ کانگرس کے فعال رکن رہے، لیکن وہ مہاتما گاندھی کے اندھے مقلد بھی نہیں تھے، ۱۹۲۲ء میں جب گاندھی نے خلافت تحریک سے پھوٹنے والی عدم تعاون کی تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کیا تو افضل حق جیل میں تھے، "میرا افسانہ" میں افضل حق نے اس اعلان (باردولی ریزولیوشن) کے بارے میں اپنے جن تاثرات کو قلم بند کیا ہے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس فیصلے سے انہیں خاصا اختلافات تھا، بلکہ تعریض کے پیرائے میں انہوں نے اس فیصلے کو بزدل قرار دیا، اور کہا کہ "تیس ہزار نفوس کو پابند بلا کر کے پسپائی پر کوئی مبارک باد نہیں دے سکتا۔" (۶)

آزادیٔ وطن کی خاطر کانگرس کے ساتھ اشتراکِ عمل کے باوجود وہ ہندوؤں کی تنگ نظری اور ان کی مسلمان سے دشمنی کی روش سے اکثر آزردہ خاطر رہے۔ سیاسی یا اخلاقی قیدیوں کی حیثیت سے جیلوں میں ہندو لانگریوں (باورچیوں) کے ہاتھوں مسلمانوں کی ذلت اور تحقیر کے جو الم ناک مناظر افضل حق نے بذاتِ خود دیکھے تھے، ان مناظر نے ان کے احساسات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

"قیدی کی حیثیت سے صبح و شام ہندو اور سکھ اہلِ وطن کے ہاتھوں روٹی کی تقسیم پر جو ذلت ہوتی تھی اس سے مسلمان محبانِ وطن بجا طور پر برافروختہ تھے۔ ہندو اور سکھ لانگری کتے کی طرح دور سے روٹی پھینکتے تھے۔ مسلمان ان کے قریب آیا یا کپڑا چھوا نہیں تو قیامت آئی نہیں۔ دورِ عدم تعاون سے قبل جیلوں میں یہ سلوک بھی دو قوموں کی بڑی بڑی لڑائیوں کا باعث تھا۔

"ہندو سیاسی طور پر خواہ کتنا اشتراکِ عملی کا مدعی ہو لیکن اقتصادی اور معاشرتی طور پر وہ من حیث القوم تنگ دل اور تنگ نظر ہے۔" (۷)

اس احساس نے انہیں آزادی فکر کی ایک ایسی اساس فراہم کی جس کی بدولت ان کے سیاسی فکر میں ارتقا ممکن ہو سکا۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۹ء تک ان کی عملی زندگی کا بیشتر حصہ جیل کی اصلاحات کو ممکن بنانے میں صرف ہوا، اس عرصے میں ان کی سیاسی فکر انقلابی تصورات سے مملو نظر آتی ہے۔ انہوں نے بعض ...

تحریکوں میں بھی بڑھ چڑھ کو حصہ لیا جو خالصتہً مسلمانوں کی تحریکیں تھیں، مثلاً آزادی کشمیر کی تحریک، ریاست کپور تھلہ کی تحریک، وغیرہ اسی طرح انہوں نے لیجسلیٹو کونسل میں پولیس کے محکمے کی اصلاحات پر جو تقریریں کیں وہ بھی ان کی اخلاقی فکر کا حصہ ہیں۔ کسانوں اور نچلے طبقے کے پسے ہوئے لوگوں کے لئے ان کے دل میں بے پایاں ہمدردی تھی۔ اور وہ ذہنی طور پر کسی ایسے نظامِ حیات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے جس میں استحصال کے امکانات موجود ہوں۔ پولیس کی ملازمتوں میں انہوں نے مسلمان ملازموں کے تناسب کی کمی کو لیجسلیٹو میں پوری طرح اجاگر کیا۔ انہوں نے کہا کہ "ان ملازمتوں میں مسلمانوں کے تناسب کا فقدان ہے، اس لئے مسلمان انسپکٹروں کی بھرتی مزید ہونی چاہئیے۔" (۸)

ایک ہندو رکن کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ مسلمان تھانیداروں کی تعداد (پنجاب میں) ۵۶ فی صد سے زیادہ نہیں، تب سے سات سال پہلے ان کی تعداد ۶۰ فیصد تھی، مگر یہ کم ہو کر ۵۶ فیصد ہو گئی، اس کے مقابلے میں ہندو تھانیداروں، ہیڈ کانسٹیبلوں اور سپاہیوں کی تعداد مسلسل بڑھتی رہی ہے، انہوں نے کہا:

"شاید میرے دوست کو اس حقیقت کا علم نہیں ہے کہ بعض مستحق مسلمان انسپکٹروں کی ترقی روک دی گئی ہے تاکہ ان ہندو انسپکٹروں کو ڈی ایس پی بنایا جائے جنہیں تحقیقاتی کام کا کوئی تجربہ حاصل نہ تھا..... میں یہ بات بخوبی جانتا ہوں کیونکہ اس محکمے سے منسلک رہ چکا ہوں (کہ) کس طرح نااہل ہندوؤں کو ترقی دی جاتی ہے۔ اور قابل محنتی مسلمان ترقی سے یکسر محروم رکھے جاتے ہیں۔" (۹)

لیجسلیٹو کونسل کے ممبر کی حیثیت سے افضل حق نے تعلیم کے موضوع پر بھی حقائق پر مبنی فکر انگیز خیالات کا اظہار کیا۔ اور خاص طور پر پنجاب میں ابتدائی تعلیم کے معاملات و مسائل پر غیر معمولی بصیرت کا مظاہرہ کیا۔ (۱۰)

"ذبیحہ گاؤ" کے موضوع پر انہوں نے کونسل کے یکم مارچ ۱۹۲۶ء کے ایک اجلاس میں خاص بے باکی کے ساتھ بعض خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا۔

"دودھ کے فقدان اور مویشیوں کی تعداد میں معتدبہ کمی کی بڑی وجہ گائے کی قربانی بیان کی جاتی ہے۔ میرے خیال میں یہ دلیل اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی۔ حقیقت یہ ہے کہ بوڑھی اور بے مصرف گائے ہمارے ملک کی اقتصادی پشت پر ایک بہت بڑا بوجھ ہے اس کو جتنی جلدی اتار پھینکا جائے اتنا ہی ہمیں فائدہ ہوگا میں سمجھتا ہوں ہمارے ہندو بھائی گئو ماتا کو مقدس مان کر اس کی پوجا کرتے ہیں، مگر انسانی بہبود کا انہیں کوئی خیال نہیں رہتا۔" (۱۱)

ان کے سیاسی افکار میں جو ارتقا واقع ہوا اس کا بھرپور اظہار ان کے دو صدارتی خطبوں (۱۹۳۹ء - ۱۹۴۱ء) اور ان کی انگریزی تصنیف "پاکستان اور اچھوت" میں ہوا، اس سلسلے میں ان کے ایک خطبۂ صدارت کو ایک اقتباس کیے تو طویل ہونے کے باوجود، ان کے فکری ارتقا کے مطالعے کے نقطۂ نظر سے، نقل کرتے

کے قابل ہے۔
اپریل ۱۹۳۹ء میں پشاور میں آل انڈیا احرار کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں انہوں نے بہت واضح الفاظ میں کانگرس کی عمومی روش پر تبصرہ کیا۔
"عملی طور پر یہ سچ ہے کہ مشترکہ سیاسی مقصد کے لئے مشترکہ سیاسی تنظیم کی ضرورت ہے۔ لیکن کانگرس مشترکہ سیاسی تنظیم کے وعدوں کے باوجود مسلمانوں کی راہ میں عملی طور پر مشکلات کا پہاڑ کھڑا کئے ہوئے ہے۔ کانگرس گو مذہب میں غیر جانبداری کی مدعی ہے۔ مگر اس کی رہنمائی کی باگ ڈور ہندو مذہب کے ایسے شیدائی مہاتما گاندھی کے ہاتھ میں ہے کہ غیر محتاط لوگ جس کے جوش مذہب کو نامناسب مذہبی شغف سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ اچھوتوں کو ہندوؤں کا جزو لاینفک تسلیم کرانے کے لئے مرن برت رکھ کر ہندوؤں کی مذہبی حس کو قومی کرتا ہے۔ اس کے برعکس کانگرسی ہندو صرف اس مسلمان کی عظمت کا اقرار کرنے کا عادی ہے جو نہ صرف اپنے آپ کو اسلام سے بیگانہ ظاہر کرے بلکہ قول و عمل سے اس کی تضحیک بھی کرے۔ وہ (مسلمان کانگرسی لیڈر) کانگرس میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو ناراض کرنا اپنی سیاست کا ضروری جزو سمجھتے ہیں۔ ایسے کانگرسی مسلمانوں کی نامانوس صورت دیکھ کر ہی عامۃ المسلمین کانگرس کے دفتر کو شوجی کا مندر سمجھنے لگتے ہیں اور قیاس کرتے ہیں کہ ہمیں کانگرس میں داخل ہو کر شاید (مندروں کے گھنٹے بجانے پڑیں۔ بنا بریں مسلمان کانگرس کے لئے کوئی کشش نہیں پاتا..... مسلمانوں میں کانگرس کا زبانی پروپیگنڈہ تو ہو سکتا ہے لیکن مسلمانوں کو کانگرس میں بحالاتِ موجودہ شامل نہیں کیا جا سکتا، تم گھوڑے کو دریا تک تو لے جا سکتے ہو مگر پانی پینے پر مجبور نہیں کر سکتے۔" (۱۲)
۱۹۳۹ء میں فوجی بھرتی کے بائیکاٹ کی تحریک میں شامل ہو کر افضل حق ایک بار پھر پسِ دیوار زنداں چلے گئے، اور ۱۹۴۰ء کا سال انہوں نے قید و بند ہی میں گذارا۔ اس عرصے میں ان کا ذہن مسلسل ہندوؤں اور مسلمانوں کی کشمکش کو سمجھنے کی کوشش میں مصروف رہا، اس کوشش کا نتیجہ ان کی پہلی اور آخری انگریزی کتاب Pakistan And Untouchability کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہ مختصر کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے، اس کتاب میں انہوں نے مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کو ہندوؤں کے چھوت چھات کے عقیدے اور عمل کی روشنی میں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی، انہوں نے ثابت کیا کہ ہندو مسلمانوں کو عملی زندگی میں اچھوت کا درجہ دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے لمس اور سائے سے بھی گریزاں اور ترساں ہیں اور مسلمانوں کو ہمیشہ فاصلے پر رکھتے ہیں، وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے، وہ مسلمان کی موجودگی میں بھی باکراہ کھانا کھاتے ہیں، مسلمان کا سایہ بھی ان کے دھرم کو بھرشٹ کر دیتا ہے، پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ زندگی کے وسیع تر معاملات میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں کامل ہم آہنگی اور یگانگت پیدا ہو سکے۔ اس موضوع پر انہوں نے اپنے بچپن کے بعض واقعات کا حوالہ دیا کہ کس طرح ایک ہندو دکاندار نے کپڑا چھو جانے پر غلیظ اور فحش گالیوں سے ان کی تواضع کی۔ (۱۳) مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کے

کے حوالے سے اسی کتاب میں انہوں نے لکھا کہ اپنے مطالبے کے سلسلے میں "انہیں (مسلم لیگ کے راہنماؤں کو) پورا یقین ہے کہ مسلمان ان کا ساتھ دیں گے۔ مسلمان، لیگ کے لیڈروں کے حکم پر جان کی بازی بھی لگا دیں گے کیونکہ ہندو کے طرزِ عمل سے وہ بے حد دکھی ہیں۔ ہندو بنیا مسلمان قرض دار سے بد ترین سلوک روا رکھتا ہے اور اپنے (مسلمان) ہمسائے کو اچھوت سے بھی برا خیال کرتا ہے۔ ہندوؤں کے سیاسی لیڈروں کی کوئی تحریک ان کے لئے کشش نہیں رکھتی، کیونکہ روزمرہ کی زندگی میں ہندوؤں کی تنگ نظری اظہر من الشمس ہے۔" (۱۴)

اس کتاب میں انہوں نے واضح الفاظ میں اعتراف کیا کہ چونکہ (قائداعظم) محمد علی جناح نے ہندوؤں کی جانب سے مسلمانوں کے مجلسی بائیکاٹ اور ان کی ہٹ دھرمی کے ہاتھوں مجبور ہو کر مسلمانوں کی آزادی کی جدوجہد کا آغاز کیا ہے، اس لئے "وہ مسلمان عوام کی آنکھ کا تارا بن چکے ہیں۔" (۱۵)

انہوں نے اس حقیقت کا بھی کھلے الفاظ میں اعلان کیا کہ (قائداعظم) محمد علی جناح جو شروع ہی سے ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے، لیکن بعض ہندوؤں کی بدولت ان کی اتحاد کی تمام کوشش بے ثمرہ رہیں۔ (۱٦)

ان کے سیاسی فکر کے ارتقا کی آخری کڑی ان کے آخری خطبۂ صدارت کے بعض حصوں میں نمودار ہوئی جو انہوں نے یکم دسمبر ۱۹۴۱ء کو قصور میں دیا، اس خطبے میں اور بہت سی باتوں کے علاوہ انہوں نے مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان کو دکھے دلوں کی فریاد وفغاں قرار دیا، انہوں نے پاکستان کے مطالبے کو ہندوؤں کے طرزِ عمل کا منطقی نتیجہ قرار دیتے ہوئے کہا:

"دیکھنا۔ پاکستان کے نعرے کی مخالفت نہ کرنا۔ یہ دکھے دلوں کی فریاد وفغاں ہے۔ یہ غلام اچھوتوں یعنی ہندی مسلمانوں کی دردناک صدائے بازگشت ہے جو دل کی گہرائیوں سے نکلی ہے اور پھر دماغ کے گنبد سے ٹکرا کر واپس لوٹی ہے۔ ہندو سوسائٹی کا ماحول ایسا تنگ ہے کہ وہاں مسلمانوں کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ ہندو ذاتی حیثیت میں بہترین انسان ہے، لیکن عجیب بد نصیبی ہے کہ یہی مرنجاں مرنج افراد جب جماعتی حیثیت سے بیٹھتے ہیں تو مسلمان کی جان اجیرن ہو جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر اور انہیں علیحدہ رکھ کر سوچتے ہیں۔ مسلمان بایں ہمہ رہ کر بھی بے ہمہ سا محسوس کرتا ہے۔ ہندو یہ کبھی قیاس ہی نہیں کرتا کہ اس کے طرزِ عمل کا کوئی ردِ عمل بھی ہو گا یا ہو سکتا ہے۔ علیحدہ انتخاب اور علیحدہ گھر۔ تباہ نہ ہونے کا آخری چارہ کار کیا ہے۔ جب اکثریت اپنی تنگ دلی سے دوسرے پر عزت کی کوئی راہ باقی نہ رکھے تو بوکھلا کر بھاگ کھڑے ہونے کے سوا چارہ کار کیا ہے؟ پاکستانی غریب دراصل ہندو سرمایہ دار سوسائٹی کے طرزِ عمل سے بھاگا ہوا مسلمان اچھوت ہے، یہ چاہتا ہے کہ مرنے بھرنے کے لئے کوئی کونہ مل جائے جہاں وہ آرام سے پڑا رہ جائے۔" (۱۷)

یہ خطبہ یکم دسمبر ۱۹۴۱ء کو دیا گیا اور اس سے صرف ایک ماہ ایک ہفتہ بعد یعنی ۸ جنوری ۱۹۴۲ء کو افضل حق خالق حقیقی سے جاملے۔ ان کے سیاسی فکر میں جو ارتقا واقع ہوا اور حقیقت پسندی کا جو رجحان ان کی شخصیت کے قومی عنصر کی حیثیت سے اکثر بروئے کار آتا رہتا تھا، اس کو دیکھتے ہوئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس فکری ارتقا کا اگلا قدم کیا ہو سکتا تھا۔

اخلاقی اور معاشرتی افکار:

چودھری افضل حق کے افکار کا ایک معتد بہ حصہ ایسا ہے جسے ہم ان کے غیر معمولی اخلاقی شعور سے منسوب کر سکتے ہیں۔ ان کے اندر ایک صوفی، ایک شاعر اور ایک سیاسی مدبر کی خوبیاں بدرجہ تم موجود تھیں لیکن ان سب سے بڑھ کر وہ ایک اخلاقی مفکر تھے، ان کے اخلاقی شعور کا بہت گہرا رشتہ ان کے معاشرتی پس منظر کے ساتھ تھا لیکن ان کی غیر معمولی اخلاق حِس ان کی انفرادیت کا حصہ تھی، وہ اپنی قوم اور اپنے وطن کی غلامی کے احساس سے اوائل عمر ہی سے گراں بار تھے، انگریزوں اور مغربی اقوام کی مسلمان اقوام اور بالخصوص ترکوں کے ساتھ مسلسل ناانصافیاں اور مظالم کا احساس ان کے اخلاقی شعور کی اولین اساس تھا، پولیس کے محکمے میں ایک محنتی، دیانتدار اور انسان دوست افسر کی حیثیت سے ان کے تجربات نے ان کی اخلاقی حِس کو اور صیقل کیا، اور تحریک خلافت میں تحریک کے راہنماؤں کی شعلہ بیانی نے اس حِس کو جگا کر اسے فکر و عمل کا ایک ایسا راستہ بنا دیا جو بظاہر خارزاروں سے آراستہ تھا، لیکن ان کے ضمیر کی تسکین کا سامان بھی تھا۔ وطن کی آزادی کا حصول، ان کے لئے زندگی کی سب سے بڑی آرزو اور ان کے اخلاقی تصورات کی رو سے سب سے بڑی اخلاقی قدر تھی۔ اس راستے پر چلتے ہوئے اس منزل کے سفر میں وہ سات سال تک قیدیوں کی فلاح اور جیل خانوں کی اصلاح کے لئے عملی اور فکری طور پر جدوجہد کرتے رہے، اسی ذیل میں انہیں۔ انسان کے ہاتھوں انسان کی ذلت، تحقیر اور اہانت کے دل گداز اور دل شکن مناظر اور مظاہر بھی دیکھنا پڑے۔ اس لئے ان کے دل میں استحصالی طبقات کے لئے نفرت کا شدید جذبہ پیدا ہوا۔ اگرچہ عمومی سطح پر آزادی وطن ان کا نصب العین تھا، لیکن اپنے عمیق ترین جذبات اور اپنے نہایت شخصی احساسات کے اعتبار سے وہ مسلمانوں کی غربت، ان کی جہالت، ان کی پس ماندگی اور ان کی ظاہری عدم طہارت سے سخت ناآسودہ اور ملول رہتے تھے، وہ مسلمانوں کو آزادی پسند، آسودہ حال، صحت مند، تعلیم یافتہ اور ظاہری طور پر صاف ستھرا دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ غریبوں، مزدوروں، کسانوں اور کم تر درجے کے انسانوں کے لئے ایک بہتر معیارِ زندگی کے حصول کے خواب دیکھتے تھے۔ محنت اور سرمایہ کی کشمکش میں ان کا دل برابر محنت کی طرف جھکا ہوا تھا۔ اور اس سلسلے میں ان کا سب سے بڑا حوالہ قرآن کریم اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات تھیں۔ ان کی ذاتی زندگی

دیانت، محنت اور شرافت کا نمونہ تھی۔ ان کے سیاسی فکر سے واضح طور پر اختلاف رکھنے والوں نے بھی ان کی اخلاقی کمزوریوں کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ اور یہی ان کی عملی زندگی کا سب سے بڑا "کارنامہ" ہے۔ ان کے اخلاقی تصورات ان کے اہم ترین ادبی تصنیف "زندگی" میں بھرپور اور مربوط طریقے سے ظاہر ہوئے ہیں۔

حوالہ جات:

(۱) قاسمی، ابو یوسف: "مفکرِ احرار چودھری افضل حق"۔ بساطِ ادب لاہور ۲۔ ۱۹۹۱ء (بیگم چودھری افضل حق سے مؤلف کا انٹرویو) ص ۹۵

(۲) مہر، غلام رسول، مولانا: پیکرِ عزیمت۔ مطبوعہ روزنامہ آزاد لاہور۔ ۳ فروری ۱۹۵۷ء

(۳) مہر، غلام رسول، مولانا: پیکرِ عزیمت۔ مطبوعہ روزنامہ آزاد لاہور۔ ۳ فروری ۱۹۵۷ء

(۴) قاسمی، ابو یوسف: "مفکرِ احرار چودھری افضل حق"۔ بساطِ ادب لاہور ۲۔ ۱۹۹۱ء (بیگم چودھری افضل حق سے مؤلف کا انٹرویو) ص ۹۴، ۹۵

(۵) قاسمی، ابو یوسف: "مفکرِ احرار چودھری افضل حق"۔ بساطِ ادب لاہور ۲۔ ۱۹۹۱ء (بیگم چودھری افضل حق سے مؤلف کا انٹرویو) ص ۹۷

(۶) افضل حق، چودھری: میرا افسانہ ج ۱۔ ص ۱۱۲

(۷) افضل حق، چودھری: میرا افسانہ ج ۲۔ ص ۱۷

(۸) قاسمی، ابو یوسف: مفکرِ احرار چودھری افضل حق۔ لاہور۔ ۱۹۹۱ء ص ۲۸۸

(۹) قاسمی، ابو یوسف: مفکرِ احرار چودھری افضل حق۔ لاہور۔ ۱۹۹۱ء ص ۲۸۹

(۱۰) قاسمی، ابو یوسف: مفکرِ احرار چودھری افضل حق۔ لاہور۔ ۱۹۹۱ء ص ۲۹۰ تا ۳۰۷

(۱۱) قاسمی، ابو یوسف: مفکرِ احرار چودھری افضل حق۔ لاہور۔ ۱۹۹۱ء ص ۳۱۷

(۱۲) قاسمی، ابو یوسف: مفکرِ احرار چودھری افضل حق۔ لاہور۔ ۱۹۹۱ء ص ۱۸۹، ۱۹۰ بحوالہ خطباتِ احرار صدارتی خطبہ پشاور

(۱۳) قاسمی، ابو یوسف: مفکرِ احرار چودھری افضل حق۔ لاہور۔ ۱۹۹۱ء ص ۱۹۴ بحوالہ پاکستان اور اچھوت (انگریزی) ص ۳۸، ۳۹)

A bl Haqu, Chaudhri, Pa kistan & Ui urtouofchitly P,55(۱۵)

(۱۶)A fzal Haqu, Chaudhri, Pakistan & Untouofchitly P,55

(۱۷) خطباتِ احرار، مکتبۂ مجاہدینِ احرار لاہور، ۱۹۴۴ء ص ۷۷ تا ۸۳

مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن سالار شیخ عبدالحی لدھیانوی کی اہلیہ ۲۶ دسمبر کو ملتان میں انتقال کر گئیں۔ مرحومہ، احرار کارکن شیخ قمر الدین لدھیانوی مرحوم کی بڑی بیٹی، شیخ محمد حسن کی ہمشیرہ اور جناب حسین اختر لدھیانوی کی سالی تھیں۔

قارئین اور رفقاء کرام سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لئے دعا مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر عطاء فرمائے (آمین) اراکین ادارہ تمام مرحومین کے لواحقین سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں اور مسافرانِ عدم کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔

سیاست دانوں کا قومی ترانہ

پاکستان کے بددیانت، جھوٹے، مکار اور دینی و سماجی اقدار کے قاتل سیاست دانوں کا "قومی ترانہ"۔ اس کے پہلے دو بند جناب مجید لاہوری مرحوم کی کاوش ہیں اور باقی تین بند جناب عینک فریمی مرحوم کا نتیجہ فکر ہیں۔ دونوں شعراء نے پینتالیس سال قبل جن خدشات کا اظہار کیا تھا آج "میرا پاکستان" اس کا ہو بہو نقشہ ہے۔ (مدیر)

بج رہی ہے بین شاد باد　　میرے لال دین شاد باد
تیرا پان کتنا پُر بہار　　جانِ لالہ زار
تحفہ حسین شاد باد

کتھا چُونا چھالیہ قوام　　اِنسدادِ نزلہ و زکام
رنگ و بُو کی مملکت　　جان من تابندہ باد
تیرا کیف حاصل مراد (۱)

کھیت گھر زمین شادباد　　کار بہترین شاد باد
پگڑیاں وزارتیں مکان　　کوٹھیاں عمارتیں دکان
لُوٹ مار چھین شاد باد

بے وقوف لوگ ہیں عوام　　رہ گئے غلام کے غلام
کرسی عہدہ سلطنت　　جوئندہ یابندہ باد
لیڈروں کی منزلِ مُراد

ہر طرف سفارشوں کا جال　　سرنگوں ترقی و کمال
پاک سرزمین میں حلال　　رشوتوں کا مال
لعنتِ خدائے ذوالجلال (۲)

(۱) مجید لاہوری مرحوم
(۲) عینک فریمی مرحوم

پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

احتساب

احتساب و احتساب و احتساب و احتساب
پھر وہی ہر پھر کے آجاتے ہیں چہرے سامنے
شومیٔ قسمت وہی بنتے ہیں میر کارواں!!
ان کے ڈیروں پر کھڑی ہوتی ہیں کتنی گاڑیاں
ہم ترستے ہیں یہاں نان شبینہ کے لئے!
قوم کو برباد کر دیتی ہیں ان کی شوخیاں
دشمنانِ ملک و ملت کون ہیں سب دیکھ لیں
جن چراغوں میں جلا ہے ہم غریبوں کا لہو!!

سو سوالوں کا یہی ہے ایک بس اپنا جواب
جس گھڑی بھی ملک میں ہوتا ہے اپنے انتخاب
حال سے بڑھ کر کہیں ماضی بھی جن کا ہے خراب
ہاتھ میں اپنے پکڑتے ہیں جو اُلٹی ہی کتاب
اور ان کے پاس دولت کا نہیں کوئی حساب
ہم غریب الناس رہتے ہیں سدا زیرِ عتاب
وقت آپہنچا ہے چہرے سے اٹھا دو اب نقاب
آج اُن سے ہم بھی لیں گے پائی پائی کا حساب

محسوسات

کچھ صومعی کو غم نہیں یوم حساب کا
انسان کے شعور کو بیدار کردیا
سب انبیاء میں میرے نبی کی ہے یہ مثال
آفاق کی حدوں سے بھی آگے نکل گیا
صدیق نے کچل دیئے منکر زکوۃ کے
طغیانی آگئی وہیں دریائے نیل میں
بنجر زمیں کو رشکِ گلستاں بنا گیا
عثمان باحیا سے عقیدت کے ساتھ ساتھ
حسنین ہوں کہ حضرتِ حمزہ ہوں یا کہ حر

سایہ ہے اس کے سر پہ رسالت مآب کا
احسان ہے سماج پہ ام الکتاب کا
صحرا میں جیسے پھول کھلا ہو گلاب کا
دیکھو تو حوصلہ شہِ گردوں رکاب کا
یہ پہلا امتحان تھا شرعی نصاب کا
پہنچا جو خط اُسے عمر ابن الخطاب کا
کھل کر برسنا رحمتِ حق کے سحاب کا
خادم ہوں صدق دل سے علی ابو تراب کا
روشن ہے ان کے خوں سے ورق آفتاب کا

(حضرت صومعی کاشمیری، لاہور دسمبر ۱۹۹۶ء)

سید کاشف گیلانی

مرزا غلام احمد کادیانی

فرنگی کھیل میں گاماں فقط بچہ جمورا تھا
حقیقت میں وہ اک ہلکائے کتے کا کتورا تھا

مسلمانوں کے ایمانوں کا قتل عام کرنے کو
نبوت کادیاں والے پیمبر کی دھتورا تھا

چپک جانا وہ اس کا ملت بیضا کی چمڑی سے
یہ ثابت کر چکا ہے نسل میں وہ کن کھجورا تھا

کوئی ہو کادیانی یا ہو لاہوری وہ کافر ہے
پڑے گا فرق کیا خنزیر کالا تھا کہ بھورا تھا

خدا کے برگزیدہ لوگ ایسے ہو نہیں سکتے
نبی کا نام گاماں تھا خلیفہ اس کا نورا تھا

اسے انسان کہہ دینا بھی ہے توہین انساں کی
وہ کانا آدمی بھی نامکمل تھا ادھورا تھا

نکلتا فلسفے کے دودھ سے پھر کس طرح مکھن
کہ دی انگریز نے اُس کو نہ جاٹی نہ چٹورا تھا

خدا شاہد ہے اسکی قبر پر لعنت برستی ہے
نہ اک الہام سچا تھا نہ اک وعدہ ہی پورا تھا

غلام احمد کی تحریریں بھی پڑھ کر دیکھ لو کاشف
ہماری نظم پڑھ کر تم نے بے شک مُنہ بسورا تھا

انتخابی لیڈر سے

باتیں تمہاری سن کے تو سر دُھن رہا ہوں میں
پھر مفلسی میں خواب کئی بن رہا ہوں میں

مجھ کو کسی نے بھی نہ چنا رحم کے لئے
کتنے برس سے راہ نما چن رہا ہوں میں

اے قلب ناصبور نہیں دور انقلاب
کچھ کشتگان غم کی صدا سن رہا ہوں میں

تازہ ہوئی ہیں یادیں غلامی کے دور کی
گرمی فضا میں ظلم کی ہے بھن رہا ہوں میں

کاشف نہ جائے گی کوئی فریاد رائیگاں
ہاتف کی یہ فلک سے ندا سن رہا ہوں میں

از قلم محمد رفیق بزمی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

بن کے ماجھا تے گاما نگران آگئے

جان چھٹی سی جے چٹھے وٹوواں توں ۔۔۔ بن کے ماجھا تے گاماں نگران آگئے
انھی پیہ رہی ہے کتنے چٹ رہے نیں ۔۔۔ نوے دناں دے نویں مہمان آگئے
چولاں ڈھلیاں تے بیج لوز ہوگئے ۔۔۔ لائٹ ڈِم خراب آ ساؤنڈ سسٹم
چلے ہوئے سارے کارتوس رل کے ۔۔۔ پیدا کرن اے نواں بحران آگئے
چوراں چوراں دا کیہہ احتساب کرنا ۔۔۔ ڈاکو ڈاکو واں دے سنگتی یار ہندے
نو من لوہے دی فیم بناون لئی ۔۔۔ غنوی بھٹو تے بیگ عمران آگئے
کئی گجج دے جنگل دے شیر وانگوں ۔۔۔ اکھیں لال تے لوئیں نوں کھڑی کر کے
بعضے بیٹھے تلواراں نوں تیز کردے ۔۔۔ بعضے لے کے تیر کمان آگئے
بگلا بھگت آگئے طوطا چشم آگئے ۔۔۔ بد کردار تے بداخلاق اکثر
چار دن عیاشیاں کرن دے لئی ۔۔۔ اپنا اپنا لے کے دسترخوان آگئے
اوکھا نکلدا سور کماد وچوں ۔۔۔ شیر چھڈ کے جاندے نہیں بیلیاں نوں
رجی مجھ گھماں اجاڑ دیندی ۔۔۔ باندر بھلیاں دے نگہبان آگئے
جوکاں لگدیاں نیں جتھے خون ہووے ۔۔۔ سکی چمڑی چوں انہاں نے چوسنا کی
جدوں کتیاں رل گئیاں نال چوراں ۔۔۔ ڈاکو بستیاں کرن ویران آگئے
جدوں مالکاں باغ اجاڑ دتے ۔۔۔ ڈیرے لا لے آن کے گاہلڑاں نے
سکے ہوئے درختاں نوں ویکھ کے تے ۔۔۔ آرے چک لوہار ترکھان آگئے
آساں ٹٹ گئیاں چھا گئی ناامیدی ۔۔۔ بزمی نہلے تے دہلے پھر آرہے نیں
پچھوں ہور کوئی تار ہلاون والا ۔۔۔ کر کے جس نال عہدو پیمان آگئے

*

AHMADYYA MOVEMENT
BRITISH-JEWISH
CONNECETION

احرار تبلیغ کانفرنس قادیان میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا عالمانہ فاضلانہ اور فصیح و بلیغ خطاب

جناب بشیر احمد کی کتاب "احمدیہ موومنٹ، انگریز، یہودی، تعلقات" کا ترجمہ

قادیان میں کانفرنس ہوئی، درخواست دہندہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری جو قابل ذکر مقناطیسی شخصیت کا ایک منفرد مالک ہے، صدارت کے لئے موعو کیا گیا۔ مذکورہ کانفرنس میں موصوف نے ایک جذباتی اور جوشیلی تقریر کی۔ خطاب کئی گھنٹوں کے بعد اختتام پذیر ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سامعین پابندی کے ساتھ اس خطاب کو سنتے رہے۔ درخواست دھندہ نے اپنے خیالات کو آزادانہ اور کھل کر بیان کیا۔ انہوں نے اپنی اس نفرت کو نہیں چھپایا کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار بلاشک وشبہ قابل نفرت ہیں۔ یہ خطاب اخبارات میں شائع ہوا۔ اور بغیر کسی تاخیر کے قانون کے حوالے کر دیا گیا۔ پہلے یہ معاملہ لوکل گورنمنٹ کے پیش ہوا اور بعد میں اس کے لئے موجودہ فوجداری مقدمے کے لئے منظوری دے دی گئی۔

درخواست دھندہ کے خلاف اس کی پوری تقریر میں سے سات پیراگرافس پر مشتمل چارج شیٹ تیار ہوئی۔ اور تفصیلی طور پر اس امر کا ذکر کیا گیا کہ مذکورہ حصے قابل اعتراض اور قانونی طور پر قابل گرفت ہیں۔ منتخب کردہ قابل اعتراض حصے حسب ذیل ہیں۔

"فرعونی تخت کو الٹا جا رہا ہے۔ اللہ پاک کی مرضی یہی ہے کہ یہ تخت باقی نہ رہے۔"

وہ اپنے نبی کا بیٹا ہے۔ میں اپنے نبی کا نواسہ ہوں۔ آپ خاموش بیٹھے رہیں۔ اسے آنے دیں، میرے ساتھ وہ سارے معاملات پر اردو میں بات چیت کرے۔ پنجابی میں بولے۔ عربی میں گفتگو کرے۔ یہ سارا جھگڑا آج ہی ختم ہو جاتا ہے۔ وہ پردے سے باہر آئے اور اپنی نقاب کو الٹ دے۔ پھر مولا علی کے کارنامے دیکھے۔ وہ کسی بھی رنگ میں آئے۔ کار (گاڑی) میں آئے۔ میں ننگے پاؤں چل کر آؤں گا۔ وہ ریشمی لباس پہن کر آئے۔ میں کھدر پہن کر آؤں گا۔ وہ اپنے باوا کی سنت کے مطابق مزعفر کھا کر آئے۔ بھنا ہوا گوشت کھا کر آئے۔ وہ یاقوتی اور پلومر کی ٹانک وائن (جو اس کا باپ شب و روز استعمال کرتا تھا) استعمال کر کے آئے، میں اپنے نانا کی سنت کی مطابق جو کی سوکھی روٹی کھا کر آؤں گا۔"

"یہ برطانیہ کے دُم کٹے کتے ہماری مخالفت کیسے کر سکتے ہیں۔ وہ (مرزا محمود) برطانیہ کی چاپلوسی کرتا ہے۔ برطانیہ کے بوٹوں کو صاف کرتا ہے۔ میں تکبر نہیں کرتا۔ لیکن اللہ پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ مجھے اور مرزا محمود کو اکیلا چھوڑ دیں۔ اور پھر ہماری کشتی دیکھیں۔ میں کیا کروں؟ تبلیغ کے لفظ نے ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے۔ یہ (تبلیغ کانفرنس) سیاسی کانفرنس نہیں ہے لیکن مجھے اگر کھلا چھوڑ دیا جائے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ، او مرزائیو! تمہاری طاقت پیشاب کے جھاگ کے برابر نہیں ہے

او! مرزائیو، اپنی نبوت کی تصویر تو دیکھو۔ ہائے!..... کس قدر بھونڈی اور بھدی ہے یہ تصویر۔ اگر تمہیں نبی بننا ہی تھا تو نبوت کی لاج تو رکھ لیتے۔ اگر تم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو انگریز کے کتے تو نہ بنتے۔"

اپیل کنندہ نے عدالت زیریں کو بتایا کہ اس کی تقریر کو صحیح طور پر نوٹ نہیں کیا گیا۔

درخواست دھندہ نے اپنی تقریر میں مذکورہ بالا پانچویں شق کے مکمل طور پر استعمال کرنے سے انکار کیا۔ البتہ تسلیم کیا کہ مذکورہ بالا چھ پیرا گرافس کا مجموعی خلاصہ اپنی تقریر میں بیان کیا تھا۔ اپیل کنندہ نے مذکورہ پیرا گرافس کی لفظی درستی اور تصحیح کو چیلنج کیا۔ عدالت زیریں نے بھی پیرا گراف نمبر ۵ کو غلط رپورٹ کردہ ہونے سے اتفاق کیا۔ اس بنا پر درخواست دہندہ کو، مذکورہ پیرا گراف کی وجہ سے ملزم یا مجرم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اپیل کنندہ کا معاملہ اب باقی چھے پیرا گرافس پر، انحصار کرتا ہے۔ دفاعی کونسل نے اپنے دلائل کے دوران تسلیم کیا کہ اپیل کنندہ نے اپنی تقریر میں۔ ایک سے چار، اور چھے سے سات کے پیرا گرافس استعمال کئے تھے۔ رپورٹر کے تحریر کردہ نوٹس پر اب وہ کوئی سوال نہیں پوچھیں گے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ، کیا مذکورہ چھے پیرا گرافس تعزیرات ہند کی دفعہ (153-A) کی زد میں آتے ہیں؟ اور ان پیرا گرافس کو، بولتے وقت کیا اپیل کنندہ نے کوئی جرم کیا تھا؟ میں احرار تبلیغ کانفرنس کے انعقاد کے بارے میں پہلے ہی (قادیان کے) حالات کو ظاہر کر چکا ہوں۔ در شکل دستاویزات۔ وثیقہ جات بہ شمول مرزا محمود کی تقریروں کے بطور ثبوت میرے سامنے شہادت اور گواہی کی حیثیت کے پیش کئے گئے۔ اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ اپیل کنندہ کی تقریر ماسوائے اس کے اور کچھ نہیں تھی کہ مرزا محمود کی جابرانہ حکومت کے سنگین جرائم۔ اس کے گناہ۔ زیادتیاں اور مرزا جی کے پیروکاروں کی اپنے مخالفین کے خلاف بدسلوکیوں کے خلاف ایک مخصوص ناقدانہ خطاب تھا۔ یہ ایک مبینہ حقیقت ہے کہ اس خطاب کا واحد مقصد امت محمدیہ کو بیدار کرنا اور (قادیانیوں) کی بد سلوکی اور بدروش کو طشت ازبام کرنا مقصود تھا۔ اپیل کنندہ کی تقریر ان سچے مسلمانوں کے لئے جو مرزا جی کے خود ساختہ تقدس کو ماننے سے انکار کرتے تھے اور مرزا محمود کے جابرانہ ظلم و ستم کے عذاب میں مبتلا تھے ایک حوالہ بن گئی۔

تقریر کیوں کی گئی؟

اپیل کنندہ کی فاضل کونسل اور فاضل پبلک پراسیکیوٹر کی پوری تقریریں میں نے غور سے سنی ہیں۔ قادیان میں ہونے والے واقعات کی روشنی میں (مولانا) کی تقریر پر غور و خوض کرتے ہوئے میں بلاتاخیر کہوں گا اور میرا فوری جواب یہ ہو گا کہ خطاب کرتے وقت اپیل کنندہ کے ذہن میں دو الگ الگ مقاصد تھے۔ وہ فی المعنی مرزا اور اس کے پیروکاروں پر تنقید کر رہا تھا۔ قادیانیوں کے غلط عقائد سے نجات حاصل کرنے کی خاطر موصوف اپنے سامعین کو بھڑکا رہا تھا۔ یہ تجویز دی گئی ہے کہ اس کی تقریر امن و آشتی کی طرف ایک معنی خیز اشارہ تھا لیکن اس خطاب کے ہلکے سے اکساوے سے بھی عوام کا رخ صلح و آشتی کی بجائے کسی آہنی دستانے

کی طرف مڑ سکتا ہے۔ اپیل کنندہ نے اگرچہ اپنے خطاب کو دلائل کی حد تک محدود رکھا۔ لیکن اس کی لفاظی کی اپیل اور افراط اس کو اپنے حدود سے اکثر باہر لے جاتی رہی۔ اور مقرر ایسی باتیں کہہ گیا جس کا تاثر سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ وہ سامعین کے اذہان میں قادیانیوں کے خلاف نفرت بھڑکاتا رہا۔ اپیل کنندہ ایک باصلاحیت اور باکمال مقرر کی طرح بڑی ہوشیاری کے ساتھ Mark Antony کے طریقوں کی تقلید کرتے ہوئے بار بار کہتا رہا کہ اس کا قادیانیوں کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ امن و آشتی کے مذکورہ اعتراضات کی دشنام طرازی میں بدل کر رہ گئے یہ وہ زیرکی اور دانائی تھی جو صرف قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کو نفرت کی طرف مائل کر سکتی تھی۔ مرزا قادیانی کے کارناموں پر خطابت میں بہترین تنقید خطیب کی تقریر کا ایک منتخب حصہ ہیں۔ غریب شاہ کو زدو کوب کرنے کے حوالے دیئے گئے۔ محمد حسین اور محمد امین کے قتل اور قادیانیوں کے دیگر مختلف واقعات جن پر قانونی لحاظ سے سچے مسلمانوں کی طرف سے تنقید کی جانی چاہیئے، مستغیث نے ان واقعات کے حوالے اپنے خطاب کے دوران پیش کئے۔ قادیانی جو محمد عربی ﷺ کی توہین کرتے ہیں مقرر کی خطابت نے اس توہین رسالت کے خلاف آزردگی کی تندی و تیزی میں روانی پیدا کر دی۔

اسلام اور قادیانیت میں فرق کیا ہے؟

سامعین تقریر کے دوران آپے سے باہر ہو رہے تھے

امت مسلمہ کے عقیدے کے مطابق حضرت محمد ﷺ آخری نبی تھے۔ جبکہ قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کے توسط سے دیگر عوام بھی وحی حاصل کر سکتے ہیں۔ اپیل کنندہ جب درجے کو گھٹاتا ہے، سخت کلامی کرتا ہے اور قادیانیوں پر دشنام طرازی کرتا ہے۔ تو یہ چیزیں کسی بھی شخص کی آزردگی کا سبب بن سکتی ہیں۔ موصوف قانون کے دائرہ اختیار کو پھلانگ جاتا ہے۔ خطابت کے جوش و جذبہ میں اگر وہ ایسا کر گزرتا ہے۔ یا قصداً جان بوجھ کر کرتا ہے تو اپیل کنندہ قانون کے تحت سزا کا مستحق ہے۔

اپیل کنندہ جو قبل از تاریخ کے ان پڑھ اور سادہ لوح عوام سے خطاب کر رہا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ وہ اس قسم کی تقریر سے قادیانیوں کے خلاف غصے اور پیچ و تاب کے جذبات کو بھڑکا سکتا تھا۔

غصے کے ولولوں میں اضافہ کر سکتا تھا۔ اس امر کی شہادت موجود ہے کہ بخاری کی خطابت نے نفرت کا یہ تاثر سامعین کے اندر پیدا کیا۔ اپیل کنندہ کی خطابت کے دوران سامعین آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ اپنے جوش اور جذبے کا کھلم کھلا اظہار کر رہے تھے۔ یہ خام خیالی ہے کہ خطابت کے سننے والے بلا تاخیر بیدار نہ ہو جائیں اور اپنے مخالفین کے خلاف طاقت کا مظاہرہ نہ شروع کر دیں۔ بعض قابل ذکر مواقع پر تو دونوں پارٹیوں کے مابین بڑے زور و شور سے کھینچا تانی شروع ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی تقریر سے قبل ایسا ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور دونوں پارٹیوں میں عداوت و نفرت فی الواقع بڑھ جاتی ہے۔ الزامات کے ساتوں حصوں میں تیسرا اور ساتواں ٹکڑا قابل اعتراض ہیں۔ ان حصوں میں اپیل کنندہ نے قادیانیوں کو برطانیہ کے

دُم کٹے کتے کہا ہے۔ میرے خیال میں چارج شیٹ کے دیگر نکات زیر دفعہ (153-A9.P.C) کے تحت نہیں آتے۔ پہلا حصہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے کہ فرعونی تخت کو اُلٹا جا رہا ہے۔ یہ بھی بے ضرر حصہ ہے۔ دوسرے پیراگراف میں مرزا غلام احمد قادیانی کی غذا اور خوراک کا حوالہ ہے۔ یہ بات انتہائی دلچسپ اور نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اس مقدمے میں بطور حوالہ ان خطوط کو پیش کیا گیا جو بڑے مرزا جی نے بذات خود تحریر کئے تھے۔

پلومر کی ٹانک وائن اور مرزا غلام احمد قادیانی

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا (غلام احمد قادیانی) چند مقویات استعمال کرنے کا عادی تھا جیسے "پلومر کی ٹانک وائن" (شراب) اس نے ایک موقع پر اپنے ایک (مرید) مکتوب الیہ کے نام پر پلومر وائن کو لاہور سے حاصل کرنے کے لئے خط لکھا تھا۔ ایک یا دو خطوط میں "یاقوتی" کا ذکر بھی آیا ہے۔ موجود مرزا (محمود قادیانی) نے اپنی شہادت میں تسلیم کیا ہے کہ اس کے باپ نے ایک موقع پر پلومر کی ٹانک وائن (شراب) منگوائی تھی۔ اس واقعہ کو شکل یہ دی جاتی ہے کہ وہ (مرزا غلام احمد قادیانی) ایک تعیش پسند انسان تھا۔ الزامات کا یہ حصہ بھی میرے لئے قابل اعتراض نہیں ہے۔ چوتھے حصے کا حوالہ یہ دیا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے ایک امتحان دیا تھا اور وہ فیل ہو گئے تھے۔ چھٹا حصہ میرے خیال میں خوشامد تملق اور چاپلوسی سے متعلق ہے جو ایک نبی کی شان شایان نہیں ہے۔ تیسرے اور ساتویں حصے کے علاوہ میرے خیال میں تقریر کا کوئی بھی حصہ اس قابل نہیں ہے کہ اس پر کوئی (قانونی) قدم اٹھایا جا سکے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذکورہ پیراگراف کے علاوہ اپیل کنندہ کی خطابت کا کوئی بھی ٹکڑا قابل اعتراض نہیں ہے۔

اپیل کنندہ کے خطاب کا رجحان اور میلان ظاہر کرتا ہے کہ مقرر کا اصل مقصد یہ تھا کہ اپنی خطابت میں صرف قادیانیوں کی خباثت اور مجرمانہ اعمال ہی کو طشت از بام نہ کیا جائے بلکہ ان (قادیانیوں) کے خلاف نفرت کے جذبات کو بھی ابھارا جائے۔ موصوف کی خطابت امن و امان کے اندر رخنہ اندازی اور دراڑیں ڈالنے کا باعث نہیں بن رہی تھی یا اس کے سامعین واضح قطعی اور تند و تیز اطوار سے اظہار نہیں کر رہے تھے۔ یہ امور اپیل کنندہ کی سزا کو کم نہیں کرتے۔ تاہم مجھے اس میں کوئی شک نظر نہیں آتا کہ اپیل کنندہ قادیانیوں پر تنقید کرتے ہوئے انصاف کے تقاضے پورے کر رہا تھا۔ مجھے اس معاملے کو گرفت میں لانا چاہیئے کہ خطیب مذکور واجب تر تنقید کا اپنی خطابت میں پابند نہیں رہا تھا۔ قانون کے انجام کی وہ کھلم کھلا دھجیاں اڑا رہا تھا۔ اپیل کنندہ کے ایکشن کو معاف کر دینا اور اس کی تعریف کرنا میرے لئے آسمان ہو جاتا لیکن مقبول عام اور روزمرہ استعمال میں آنے والی زبان میں یہ تقریر جس ماحول میں کی گئی۔ اس ماحول کے حالات یہ تھے کہ جذبات میں کشمکش پائی جاتی تھی۔ اونچے پیمانے پر ایک جوش موجود تھا۔ معمولی آغاز کے بعد اس قسم کی

(بقیہ ص ۳۵ پر دیکھیں)

احرار اور تحریک تحفظ ختم نبوت

احرار کی پاکستان میں مرزائیت سے پہلی ٹکر (قسط ۱۰)

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا مظہر علی اظہر، مولانا عنایت اللہ چشتی اور دیگر اکابر احرار اور علمائے حق کو ساتھ لے کر انگریز اور اسکے خود کاشتہ پودے کادیانیت، دونوں کا ناطقہ بند کر دیا تھا اور اس طرح امت مسلمہ کو ارتداد سے بچا کر انکے ایمان کا تحفظ کیا اور کادیان کے رہائشی لوگوں کو مرزائیوں کی دوہری غلامی سے نکال کر آزادی سے زندگی بسر کرنے کا چلن سکھایا۔ حضرات! بات ذرہ لمبی ہو گئی لیکن عصمت اللہ کے لئے یہ تعارف ضروری تھا کہ یہ کھونٹے پر ناچتا ہے میں اسکو بھی جانتا ہوں۔ امید ہے آپ بھی اب واقف ہو گئے ہوں گے!

عصمت اللہ! تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو؟ تم ہو کیا چیز؟ چند غنڈوں کے بل بوتے پر اترا رہے ہو؟ تم نے پاسبان ختم نبوت اور اسلام کے علم بردار احرار کے جرنیل اور میرے محترم رفیق مولانا محمد علی جالندھری کو تقریر کرنے سے روکنے کی جسارت کی ہے؟

یاد رکھو ہم نے تمہارے گرو گھنٹال اور اسکے پیدا کرنے والے انگریز کو یہاں سے چلتا کیا ہے، تو کیا چیز ہے۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ؟ اپنے خلیفہ کو ربوہ جا کر بتا دو کہ احرار والے کہتے ہیں کہ ہم نے اس الیکشن میں کھڑے ہونیوالے تمام مرزائیوں کو شکست وہزیمت سے دوچار کر کے پاکستان کی سیاست سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دیس نکال دے دیتا ہے!

عصمت اللہ تم نے یہ ناپاک جسارت پہلے بھی کی؟ اور آج پھر جب ہم چک جھمرہ ریلوے اسٹیشن پر گاڑی سے اترے تو تمہارے فرستادہ مسلح غنڈوں نے تمہارے بھتیجے کی قیادت میں ہمارے بہادر اور جانباز رضاکاروں کے منہ آنے کی کوشش کی جس کے حشر سے تو آگاہ ہو چکا ہوگا۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں کہ اگر آئندہ تم نے یا تمہارے بدمعاشوں نے کوئی مرزائی ہتھکنڈہ استعمال کیا تو ختم نبوت کے پروانے ایسا سبق دیں گے کہ امت مرزائیہ ہمیشہ یاد رکھے گی! رہا تیرے پاس مسلم لیگ کا ٹکٹ؟ جکا واسطہ دیکر تو نے پولیس کو جل دینے کی کوشش کی، تو مسلم لیگ کا میں بھی ممبر ہوں (جیب سے مسلم لیگ کی پرچی نکال کر دکھاتے ہوئے) ایس پی صاحب! آپ بھی سن لیں، پولیس قانون کی محافظ ہے مرزائیت کی نہیں۔ ہمارے پہلے جلسہ کا اعلان چار روز پہلے اخبارات کے ذریعہ ہو چکا تھا اور مقامی ایس ایچ او جلسہ شروع ہونے کے بعد کہتا ہے مولوی صاحب جلسہ ملتوی کر دیں کیونکہ میرے پاس تھانے میں نفری نہیں ہے۔ اور مرزائی فساد پر آمادہ ہیں

یہ کیا ڈرامہ تھا؟ وہ جو تمہارے بڑے لاٹ ہیں نالاہور میں، وہاں مجھے بھی کرسی ملتی ہے، میری بات بھی سنی اور مانی جاتی ہے، ایک ٹیلیفون پر وردیاں اتروائی جا سکتی ہیں۔ لیکن کیا کروں حکومت مسلم لیگ کی ہے اور مسلم لیگ میری اپنی ہے، پولیس بھی اپنی ہے۔

بل زلف کے چاہوں تو پل بھر میں نکالوں
پر پیچ میں منہ تیرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

پیشتر ازیں مولانا محمد علی جالندھری نے اپنے خطاب میں خطبۂ مسنون کے بعد قرآن پاک کی آیہ کریمہ
"قل جاء الحق وزحق الباطل ان الباطل کان زھوقا
کی تلاوت کر کے اسکا ترجمہ و تفسیر کچھ اردو اور کچھ پنجابی میں بیان کیا۔ اور کہا! عصمت اللہ تو نے مجھے چیلنج دیا تھا اور میں تیرے شہر آگیا ہوں اور دن کی روشنی میں آیا ہوں، ہزاروں کے اجتماع میں تیرے خلاف تقریر کر رہا ہوں، تجھ میں غیرت اور ہمت ہے تو اپنے غنڈوں کو لیکر میدان میں نکل؟ میں تو پردیسی مولوی ہوں اور تجھے دعوت دے رہا ہوں تو اپنے مسلح غنڈوں کو ساتھ لے آیا۔ میں، محمد ﷺ کے نہتے جانثاروں کے ساتھ تیرے شہر میں آیا ہوں اور میں نے آتے رہنا ہے، جب تک تجھے شکست نہیں ہو جاتی۔ اگر تجھے ممبر بننا ہے تو باطل عقیدہ سے توبہ کر اور مرزا غلام کادیانی پر لعنت بھیج کر محمد ﷺ کی غلامی اختیار کر، ممبر بنوانے کا میں ذمہ لیتا ہوں!

آخر میں پھر تجھے اور تیرے ساتھی غنڈوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ غنڈہ گردی سے باز رہیں۔

شکست تو تمہارا مقدر بن چکی ہے۔ تم ممبری کے خواب دیکھ رہے ہو، تمہیں علاقہ میں گالی نہ بنا دیا تو کہنا۔

اسکے بعد مولانا نے لوگوں سے ہاتھ اٹھوا کر وعدہ لیا کہ ختم نبوت کے باغی عصمت اللہ کو ووٹ نہیں دیں گے!

ظہر کی اذان کے ساتھ ہی جلسہ اختتام پذیر ہوا اسی رات مولانا محمد علی جالندھری نے تمام امیدواران کی میٹنگ چک جھمرہ میں بلوائی تھی تاکہ کسی ایک کینڈیڈیٹ کے حق میں فیصلہ ہو سکے اور ووٹ تقسیم نہ ہوں۔ میٹنگ میں نہ صرف چاروں امیدوار بلکہ علاقہ کے کافی بااثر لوگ بھی شامل ہوئے، دوپہر کے جلسہ کا اثر ابھی تازہ تھا۔ سب نے دیکھ لیا تھا کہ عصمت اللہ کا رعب و دبدبہ سب ہوا ہو چکا تھا اور اسکا اثر و رسوخ بھی کسی کام نہ آیا تھا۔ علاقہ کے چودھریوں اور چاروں امیدواروں نے متفقہ طور پر کہہ دیا کہ مولانا آپ جس بھی امیدوار کے حق میں فیصلہ دیں ہمیں منظور ہے۔ باقی تینوں امیدوار اسکے حق میں دست بردار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد علی جالندھری نے علاقہ کی بعض بااثر شخصیات کے ساتھ مشورہ کر کے چودھری ممتاز احمد ایڈووکیٹ کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ باقی تینوں حضرات نے اپنی دست برادری کا اعلان بذریعہ اخبارات کر دیا۔ چنانچہ انتخابی مہم زور شور سے شروع کر دی گئی۔ گاؤں گاؤں جلسے ہوتے رہے، ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مرزائی اپنی خباثت کا مظاہرہ کرتے رہے، دو چار جگہ مار کٹائی ہوئی، بعض جگہ گولی بھی چلی۔ مرزائیوں کی کوشش تھی کہ کسی طرح مولانا محمد علی جالندھری کو نشانہ بنایا جائے لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

اس مہم میں لائل پور کے سب احرار کارکن شریک تھے۔ خصوصاً میاں محمد عالم بٹالوی مرحوم، شیخ خیر محمد مرحوم شیخ محمد شریف برادر اصغر شیخ عبدالمجید امرتسری نے انتھک محنت کی اور دن رات ایک کر دیا۔

شاہ جی نے بھی بعض دیہاتوں میں تقریریں کیں۔ پیر قطبی شاہ، شاہ جی سے ملکر بہت متاثر ہوئے۔ ہر جلسے میں شاہ جی کا تعارف اپنے مریدوں سے اپنی زبان میں کراتے ہوئے کہتے۔

"میں قربان تھیواں سید بادشاہ توں، ایہہ تشریف گھن آئے ہن، ساڈے بھاگ جاگ پئے ہین، سید بادشاہ جنت دے سردار ہین جو انہاں دی گال منیسی اوہ جنتی تھیسی تے انکار کرن والا دوزخ سڑسی۔ ہاں میں تہاڈا پیر ہاں تے تساں اپنے پیر دی گال منو تے عصمت اللہ مرزائی نوں بھجا چھوڑو۔ بس مرزائی نوں ہر حال وچ شکست ڈیونی ہے"۔

یعنی شاہ جی تشریف لے آئے ہیں۔ میں ان پر قربان ہو جاؤں، ہماری قسمت جاگ اٹھی ہے۔ یہ سید بادشاہ جنت کے سردار ہیں، ان کی بات ماننے والا جنت میں جائیگا اور نہ ماننے والا دوزخ میں۔ ہر حال میں مرزائی عصمت اللہ کو شکست دینی ہے۔ میں تمہارا پیر ہوں میری بات کو مانو اور مرزائی کو شکست دے دو۔

اس انتخابی مہم میں بعض لطیفے بھی ہوئے۔ ایک گاؤں میں جلسہ تھا۔ شاہ جی کی تقریر تھی، پیر قطبی شاہ بھی ساتھ تھے، گرمی کا موسم نہ تھا، شاہ جی چونکہ بہت ٹھنڈا پانی پیتے تھے تھرماس ہر وقت برف سے بھری رہتی۔ پیر قطبی شاہ نے اکثر دیکھا تھا کہ شاہ جی جب تھرماس سے پانی پیتے تو انکی آواز میں اور نکھار آجاتا ہے۔ پیر صاحب نے اسے کرامت پر محمول کرتے ہوئے ایک روز تقریر سے پہلے خوب جی بھر کر تھرماس سے پانی پیا پھر جب تقریر کرنے لگے تو گلا جواب دے چکا تھا، بولیں کیسے؟ بڑی مشکل سے شاہ جی سے مخاطب ہوئے... "پیرا میرا تے گھگو بند تھی گیا اے"۔ شاہ جی ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ایسے ہی ایک گاؤں "قادو کے وہہ" میں جلسہ تھا۔ شاہ جی اپنا دورہ مکمل کر کے جا چکے تھے اور مولانا محمد علی بھی لائل پور گئے ہوئے تھے۔ جلسہ کا وقت صبح دس بجے تھا۔ تمام قریبی دیہاتوں میں منادی ایک روز پہلے کرادی گئی تھی۔ لوگ کافی تعداد میں جمع ہو چکے تھے۔ ساڑھے دس بج گئے۔ مولانا محمد علی بھی کسی وجہ سے ابھی تک نہ پہنچ سکے تھے۔ گاؤں چونکہ پیر قطبی شاہ کے مریدوں کا تھا وہ ایک دن پہلے سے ایک مرید کے گھر براجمان تھے۔ اور مریدوں کے جھرمٹ میں مولانا محمد علی جالندھری کا انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک مجسٹریٹ بمع چند پولیس والوں کے آن وارد ہوئے۔ نمبردار کو بلایا اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا نمبردار نے گاؤں میں ڈونڈھی پٹوادی۔ لٰہذا جلسہ گڑبڑ ہو گیا۔ میاں محمد عالم بٹالوی نے پیر قطبی شاہ سے کہا کہ آئیے مجسٹریٹ سے بات کرتے ہیں۔ الیکشن کے دنوں میں جلسہ بند نہیں کیا جا سکتا جبکہ یہاں کوئی دنگہ فساد بھی نہیں ہوا۔ پیر صاحب مردانے کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اٹھ کر گھر کے اندر کمرہ میں چلے گئے اور جاتے ہوئے کہنے لگے۔ میاں صاحب اب کیا ہو سکتا ہے؟ خود

مجسٹریٹ آگئے ہیں تو صاحب بہادر سے بات کیسے کریں؟ پولیس بھی آگئی ہے۔ "نا بابا ایہہ سرکار دی گال ہے، قانون دا معاملہ ہے کوئی مسئلے مسائل دی گال نئیں، میں تا اتھاں بیٹھا ہاں، صاحب نوں آکھو جے پیر صاحب ونجی گئے ہین" اتنے میں مولانا محمد علی جالندھری تشریف لے آئے۔ انہیں صورت حال سے آگاہ کیا گیا اور بتایا کہ پیر صاحب اندرونی کمرے میں چلے گئے ہیں۔ مولانا مسکرائے اور میاں محمد عالم بٹالوی اور چند دیگر کارکنان کے ہمراہ نمبردار کی حویلی میں پہنچ گئے اور مجسٹریٹ سے ملکر دریافت کیا کہ دفعہ ۱۴۴ کے تحت آپ نے کیا پابندی عائد کی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے جلسہ بند کردیا ہے مجسٹریٹ نے کہا میں نے صرف جلسہ گاہ میں آتشین اسلحہ لیکر آنے پر پابندی عائد کی ہے اور دیگر کسی قسم کے اسلحہ کے نمائش پر بھی پابندی ہے۔

مولانا نے کہا کہ آپ کے حکم پر نمبردار نے جو منادی کرائی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ علاقہ مجسٹریٹ کے حکم پر دفعہ ۱۴۴ کے تحت جلسہ نہیں ہوگا۔ مجسٹریٹ نے اس سے صاف انکار کیا اور لکھ کر چوک میں اشتہار لگوا دیا کہ جلسہ پر کوئی پابندی نہیں ہے، صرف آتشین اور دیگر کسی قسم کا اسلحہ لیکر آنے اور اسکی نمائش پر پابندی ہے۔

مولانا محمد علی جالندھری نے واپس آکر پیر صاحب کو بتایا کہ حضرت جلسہ پر کوئی پابندی نہیں ہے آئیے جلسہ گاہ میں چلتے ہیں تو پیر قطبی شاہ نے کہا میں تو لوگوں کو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ میرے ہوتے ہوئے جلسہ کون بند کراسکتا ہے؟ ایسی دفعات ہمارا کیا بگاڑ سکتی ہیں ہم کوئی ڈرنے والے ہیں ایسے کئی مجسٹریٹ دیکھے بھالے ہیں اور پھر یہ جلسہ بھی بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ اسی طرح حلقۂ انتخاب میں جلسے بھی ہوتے رہے، جلوس بھی نکلتے رہے، دوچار جگہ مرزائیوں سے ٹکراؤ بھی ہوا لیکن ہر جگہ اللہ کے فضل و کرم سے مرزائی دُم دبا کر بھاگتے نظر آئے اور گاؤں گاؤں یہ نعرے گونجتے رہے اسلام زندہ باد، پاکستان پائندہ باد، حضرت امیر شریعت زندہ باد، مرزائیت مردہ باد، عصمت اللہ مرزائی مردہ باد، عصمت اللہ مرزائی کو ووٹ دینا حرام ہے۔ ان نعروں کی گونج میں عصمت اللہ اپنی برادری اور غنڈہ گردی کے باوجود شکست فاش سے دوچار ہوا۔ فالحمد للہ

باذوق قارئین کے مطالعہ کے لئے دینی کتابیں

* افکار شیعہ
مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم (قیمت=/150 روپے)

* واقعۂ کربلا اور مراسم عزاء
مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم (قیمت=/80 روپے)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اور غیر مسلم جج صاحبان

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی رو سے ملک کے صدر اور وزیراعظم کا مسلمان ہونا ضروری ہے، اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے ہوئے انہیں اس بات کا اقرار کرنا ہوتا ہے کہ وہ حضور سرور کائنات ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی مانتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت کے مدعی کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آئینی طور پر کوئی غیر مسلم ملک کا صدر یا وزیراعظم نہیں ہوسکتا۔ اس کے برعکس اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کی تقرری میں کوئی پابندی حائل نہیں ہوتی، چنانچہ ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں سے تعلق رکھنے والوں کو اگر وہ تقرری کی اہلیت کی تمام شرائط پوری کرتے ہوں، جج مقرر کرنے میں کوئی امر مانع نہیں، پاکستان کی عدلیہ میں جسٹس اے آر کار نیلیس، جسٹس دراب پٹیل اور جسٹس رستم سدھوا نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ البتہ لاہوری یا قادیانی (مرزائی) مذہب کے پیروکاروں کا معاملہ ذرا مختلف نوعیت رکھتا ہے۔ گذشتہ چودہ سو سال سے تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر، کاذب اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے تھوڑا عرصہ بعد ہی جب ابھی اسلامی سلطنت کی بنیادیں پوری طرح استوار نہیں ہوئی تھیں، تو کئی فتنے اٹھ کھڑے ہوئے، منکرین زکوۃ اور مسیلمہ کذاب اپنی پوری شیطانی قوت کے ساتھ حق کے مقابل آکھڑے ہوئے، اس وقت انتہائی نامساعد حالات میں بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس پامردی اور استقامت سے ان فتنوں کا مقابلہ کر کے ان کا قلع قمع کیا وہ اسلامی تاریخ عزیمت کا ایک کھلا سنہری باب ہے۔ مرزائی مذہب کے پیروکاروں کو اعلیٰ عدالتوں کا جج بننے میں ایک ایسی آئینی رکاوٹ کا سامنا ہے جسے وہ خود ہی دور نہیں کرنا چاہتے، بلکہ دانستہ اس سے چمٹے ہوئے ہیں، وہ یہ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل (G)(A)(۳) ۲۶۰ کی رو سے یہ ازلی ابدی غیر مسلم آئینی طور پر بھی غیر مسلم قرار دے دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دنیا بھر کے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے اور اپنے آپ کو اصلی مسلمان قرار دیتے ہیں۔ یہ آئین کے متذکرہ بالا آرٹیکل ۲۶۰ کو تسلیم نہیں کرتے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ پاکستان میں کسی چھوٹے یا بڑے قادیانی شخص نے اپنا ووٹ نہیں بنوایا کیونکہ ان کا ووٹ غیر مسلم رائے دھندگان کی فہرست میں ہی درج کرایا جاسکتا ہے۔ اور وہ آرٹیکل ۲۶۰ کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرنے کو تیار نہیں، کیا ایسی صورت میں کسی مرزائی جج کا حلف کہ وہ "اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا تحفظ اور دفاع کرے گا" قابل اعتبار ہوسکتا ہے؟

ایک اخباری اطلاع کے مطابق ایک "اعلیٰ شخصیت" کی جناب جسٹس خلیل الرحمن صاحب سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ سے اس وجہ سے ناراضی ہو گئی ہے کہ انہوں نے ایک قادیانی سیشن جج کی بطور ہائی کورٹ جج تقرری کی سفارش نہیں کی۔اس "اعلیٰ شخصیت" کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے کہ عدلیہ میں اب مزید کسی مرزائی جج کی تقرری کی گنجائش نہیں ہے۔کیونکہ وہ پہلے ہی اپنی آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ حصہ وصول کر چکے ہیں۔اس وقت پنجاب میں قادیانیوں کے ووٹوں کی کل تعداد چار ہزار اٹھاسی ہے۔جبکہ یہ پنجاب میں اپنی تعداد لاکھوں میں بتاتے ہیں جو بذات خود اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اپنے ووٹ جان بوجھ کر نہیں بنواتے۔تاکہ ان کے نام بطور غیر مسلم درج نہ ہوں اور اس طرح یہ آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ کا منہ چڑاتے ہیں۔بہرحال ۴۰۸۸ ووٹوں پر ان کا ایک جج بذریعہ سابق قائم مقام چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ مقرر ہو چکا ہے۔پنجاب میں مسلمان ووٹوں کی تعداد تین کروڑ اکیس لاکھ سے زیادہ ہے۔لاہور ہائی کورٹ کے لئے ججوں کی آسامیوں کی منظور شدہ تعداد صرف پچاس ہے۔اگر مسلمانوں کو ۴۰۸۸ ووٹوں پر جج کی ایک اسامی دی جائے تو تین کروڑ اکیس لاکھ سے زیادہ ووٹوں پر مسلمانوں کے لیے لاہور ہائی کورٹ میں سات ہزار ساڑھے آٹھ سو سے زیادہ آسامیوں کا انتظام کرنا ہوگا۔جسٹس خلیل الرحمن خان صاحب نے قادیانی سیشن جج کی سفارش نہ کر کے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے ساتھ دینی حمیت کا ثبوت دیا ہے۔عدلیہ کی تاریخ میں ان کا نام ان کے سنہری کارناموں اور جرأت مندانہ اور عادلانہ فیصلوں کی وجہ سے ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔انہوں نے ۲۰ مارچ ۱۹۹۶ کے تاریخ ساز فیصلے سے پہلے بھی ہمیشہ عدلیہ کی آزادی کی بات کی اور اس کی سزا بھی پائی۔دو سال فیڈرل شریعت کورٹ بھگتی۔کبھی کسی حکمران کے پاس کوئی ذاتی غرض لیکر نہیں گئے۔سازشی عناصر حکمران کے پاس جاجا کر انکی شکایت کرتے رہے کہ "اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں" اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایسے زمانے میں چیف جسٹس کے عہدۂ جلیلہ پر فائز فرمایا۔جب اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا،فاضل سپریم کورٹ کے ۲۰ مارچ کے فیصلے کے بعد اب عدلیہ مکمل طور پر آزاد ہے، اب وہ دن گئے۔جب ایک قائم مقام چیف جسٹس نے حکومت کے اشارہ پر توہین رسالت کے مبینہ مرتکب غیر مسلموں کی سزائے موت کے خلاف اپیل دو ہفتوں سے بھی کم مدت میں سماعت کرانے کا انتظام کردیا تھا اور ایک دوسرے قائم مقام نے ایک ڈپٹی کمشنر کی خواہش پر اسی ضلع کے سیشن جج کو رات گیارہ بجے نیند سے بیدار کرا کے اسے ٹیلیفون پر یہ حکم دیا تھا کہ وہ اگلی صبح تین سو میل دور نئے سٹیشن پر جا کر چارج سنبھالے۔اس سیشن جج کا قصور یہ تھا کہ اس نے ڈپٹی کمشنر اور دیگر افسران کے خلاف اس وقت کی اپوزیشن کی مقامی قیادت کے استغاثہ میں پراسس جاری کردیا تھا۔

جسٹس خلیل الرحمان خان کے جانشین جسٹس اعجاز نثار صاحب خود پابند صوم صلوۃ اور ایک دینی اقدار کے حامل معزز خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔جناب جسٹس سجاد علیشاہ نسباً سید ہیں۔اور ان کے بزرگوں

نے باب الاسلام سندھ میں اسلام کی روشنی پھیلانے میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہوئی ہیں۔ان معزز حضرات سے مسلم امہ توقع رکھتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے معاملات ختم نبوت کے باغی اور فرنگی سامراج کے پٹھو غلام احمد قادیانی کے امتیوں کے ہاتھ میں نہیں جانے دیں گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے گرو آنجہانی ظفر اللہ خان قادیانی نے حضرت قائد اعظم کا جنازہ اس بنا پر نہیں پڑھا تھا کہ وہ انہیں مسلمان نہیں سمجھتا تھا اور اس نے اپنے اس گندے عقیدے کا اظہار برملا کیا تھا،ان کے ایک اور گروگھنٹال ڈاکٹر عبدالسلام نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی ترمیم منظور ہونے پر اپنے بیان میں کہا تھا کہ میں اس لعنتی ملک (مملکت خداداد پاکستان) کی زمین پر اپنا قدم نہیں رکھنا چاہتا، یہ ایک عظیم المیہ ہے کہ حکومت سے وابستہ کچھ مغرب زدہ لوگوں نے اسے حقائق کے برعکس اچھالنے کی کوشش کی اور گورنمنٹ کالج لاہور کی لائبریری کو اس شخص سے منسوب کردیا۔

میں اس پر اصرار "اعلیٰ شخصیت" بشمیت تمام متعلقہ اعلیٰ شخصیتوں کی توجہ مرزا غلام احمد قادیانی کی مندرجہ ذیل تحریر کی طرف مبذول کراکر انہیں اس بات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ اس تحریر کی رو سے مرزائیوں کے نزدیک ان کا اور ان کے دیندار والدین اور آباؤاجداد کا کیا مقام متعین ہوتا ہے۔

"ہر مسلمان میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر بدکار عورتوں کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷)

اب وقت آگیا ہے کہ ان لوگوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے، جو اپنے آپ کو مسلم اور امت مسلمہ کو کافر قرار دیتے ہیں، ملازمتوں اور دیگر مراعات میں انہیں ان کی تعداد کے مطابق حصہ دیا جائے اور مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے سے روک دیا جائے۔ایک صوبائی حکومت پہلے ہی کنور ادریس (قادیانی) کو وزیر مقرر کرکے فتنہ و فساد کا دروازہ کھول چکی ہے۔"اعلیٰ شخصیتوں" کو ایسی کوئی مزید کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ملکی محکموں کے سربراہ اپنے ماتحت قادیانی افسروں سے اور ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس اپنے ماتحت قادیانی ججوں سے اس امر کا حلف نامہ کہ وہ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۶۰ کے مطابق اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرتے ہیں۔طلب کرکے دیکھ لیں کہ کون آئین کا پابند ہے اور کون منحرف۔جو اپنے آپ کو آئین کے مطابق غیر مسلم تسلیم کرلیں۔انہیں ان کی آبادی کے تناسب سے تمام حقوق دیئے جائیں۔

"اعلیٰ شخصیت" یا شخصیتوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمان حضور نبی کریم ﷺ سے انتہائی جذباتی عقیدت رکھتے ہیں۔وہ آپ ﷺ کے ناموس کی حفاظت کے لئے اپنی جان، مال، اولاد، والدین غرضیکہ ہر قیمتی متاع قربان کردینے کو سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں دس ہزار مسلمان نوجوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے تحفظ ختم نبوت کا فریضہ ادا کیا جو بالآخر ۱۹۷۴ء کی تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور انگریزی سامراج کے "خود کاشتہ پودے" کی جعلی نبوت کو اس کے منطقی انجام تک پہنچا گیا۔ (بہ شکریہ روزنامہ "نوائے وقت" ۲۲ دسمبر ۱۹۹۶ء)

تفسیر "جواہر القرآن" کا ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ

کتاب

ھدایۃ الحیران

جدید ایڈیشن

مع جواب "اقامۃ البرہان" منظر عام پر آچکی ہے۔

تفسیر "جواہر القرآن" کے رد میں لکھی گئی کتاب "ھدایۃ الحیران" کا جدید ایڈیشن طبع ہو گیا ہے جس کے شروع میں "اقامۃ البرہان" پر تبصرہ نیز ایک دقیع مقدمہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے جس میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق اور اس کے انکار کا پس منظر نیز فریق مخالف کا مناظرہ سے فرار بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت اقدس فقیہ ملت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی مدظلہم تلمیذ رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ نے یہ کتاب نہایت ہی عرق ریزی اور محنت سے تحریر فرمائی ہے اس کی علمی تحقیقات اور بلند پایہ مضامین اور متین تنقید دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب کا ارشاد

حضرت لکھتے ہیں کہ کسی شخص کو جواہر القرآن کا مطالعہ کرنا جائز نہیں اور جو مطالعہ کر چکے ہیں ان کو کتاب ھدایۃ الحیران کا غور سے پڑھنا ضروری ہے۔

از تصدیق حضرت والا

ایک اہم خصوصیت

اس کی متعدد خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وقت کے اکابر علماء، محدثین عظام اور مشائخ و فقہاء کرام نے بڑے زور دار الفاظ میں اس کی تائید فرمائی ہے

- شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت مولانا مفتی محمد وجیہہ صاحب مدظلہم العالی
- فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ
- علاوہ ازیں محقق العصر حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی اور ماہنامہ بینات کا تبصرہ بھی قابل دید ہے۔

علماء و طلباء کے لئے خصوصی رعایت

اعلیٰ کاغذ و جلد ؛ قیمت =/180 روپے

غیر مقلد بنام غیر مقلد

ترتیب،
حضرت مولانا محمد یوسف صاحب
خطیب جامع مسجد مکی میاں چنوں

تقریظ،
حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی

مقدمہ،
صوفی کامل مفتی بشیر احمد صاحب

قیمت، مجلد اعلیٰ =/60 روپے

حقیقت کتاب
صلوٰۃ الرسول
(مؤلف، حکیم محمد صادق سیالکوٹی)
یعنی غیر مقلدین اپنے ہی آئینہ میں

مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ
طیب اکیڈمی
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

از سید عطاء المحسن بخاری

امت کے محسنوں میں ہے نامِ معاویہ

جتنے مخالفین ہیں شاہی امام کے
ان کا فرازِ فکر ہے پستی میں حاویہ

دشمن ہمارے شہر کے سارے ہیں غاویہ
کھلتا اسی لیئے ہے یہ نامِ معاویہ

نامِ معاویہ ہے زمانے میں انتخاب
میرے نبی کو بھایا ہے شخصِ معاویہ

ذاتِ معاویہ ہے نبی سئیں کے ہمرکاب
رشتے میں بھائی ہیں جو نبی کے معاویہ

ان کا تو اجتہاد مماثل علی کے ہے
مولا علی کے بھائی ہیں حضرت معاویہ

ابن رسول سیدِ عالی قدر حَسن
تاریخ میں لکھا ہے مُریدِ معاویہ

امت کے محسنوں کا ہے قائد حسن امام
امت کے محسنوں میں ہے نامِ معاویہ

ان کا شہودو وجد ہو، ان کا ثبات و عزم
ان کی صفات عالی و اعلیٰ معاویہ

سنّت کی اتباع میں قابو غضب پہ تھا
یوں تھے حلیم و راشد و صابر معاویہ

گالی جو بک رہا ہے کوئی اسکا ظرف ہے
ایسے ظروف کو بھی تو دھودے معاویہ

نامِ معاویہ کے معانی پہ ردّ و کد؟
حیدر سے بھی انوکھا ہے نام معاویہ؟

عربوں کے سارے نام بداوت کا عکس ہیں
عباس ہو کہ جعفر و حیدر معاویہ

(بقیہ از ص ۲۶)

خطابت کھنیچا تانی کے نتائج پیدا کرنے میں اضافے کا موجب بنے گی۔ اگرچہ اپیل کنندہ کا جرم ایک خاص علمی نوعیت کا قانونی جرم ہے۔ لیکن قانون کی حکمرانی اسے ایک ایک تعزیری جرم قرار دیتی ہے۔

آخری اور حتمی فیصلہ:

مقدمے کے تمام پہلوؤں کو جانچنے اور پرکھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مذکورہ بالا خطاب سامعین پر اپنے فطری اثرات مرتب کرے گا۔ میں اس امر کی طرف مائل ہوں کہ اپیل کنندہ دفعہ نمبر 153 انڈین پینل کوڈ کا جرم دار ہے اور اس کو سزا ملنی چاہئیے۔ اس کے مطابق میں اس کی سزا کو بحال رکھتا ہوں۔ مجرم نے قادیان کے بارے میں جو جملہ استعمال کیا ہے۔ اس کی مناسبت سے یہ ضروری ہے کہ قادیان میں پیدا ہونے والے حالات کو تحویل میں لیا جائے۔ اور ان قادیانیوں کی طرف سے حد سے بڑھتی ہوئی اس آزارگی کا جس کے تحت ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے اور مرزا قادیانی کی طرف سے ان مسلمانوں کو گندے خبیث الفطرت اور بے حیا السان کہا جاتا ہے۔ اور ان کی لاکھوں مسلمان خواتین کا کتیوں سے تقابل کیا جاتا ہے۔ میں اس بیان کی طرف راغب ہوں کہ اپیل کنندہ کا جرم ایک ٹیکنیکل جرم ہے۔ اس لئے میں اس کی سزا میں سادہ سی تخفیف کرتا ہوں۔ اور تا برخواست عدالت کی سزا سناتا ہوں۔

ارشاد احمد عارف — حسن انتخاب

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی موت پر

دانشورانہ خود مذمتی کے شہ پارے

نوبل انعام یافتہ سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کی رحلت سے بلاشبہ ان کے مداحوں کو صدمہ پہنچا۔ طبیعیات کے شعبے میں ان کی خدمات کا ایک زمانہ اعتراف کرتا ہے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب پاکستان کے شہری تھے اس لئے نوبل انعام ملنے پر اہل پاکستان بھی خوش ہوئے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے "ترقی پسندانہ" دور میں سائنسی امور کی مشاورت سے بطور احتجاج مستعفی ہونے والے ڈاکٹر عبدالسلام کو ضیاء الحق کے رجعت پسندانہ "اسلامی" دور حکومت میں ہلال امتیاز کا اعزاز عطا کیا گیا۔ کراچی اور اسلام آباد میں استقبالیئے دیئے گئے اور صدر پاکستان کے مہمان کے طور پر انہوں نے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ جھنگ میں ان کے آبائی گھر کو قومی یادگار قرار دے کر محفوظ کیا گیا اور ایک غریب قوم اپنے سائنس دان کا جس حد تک اعزاز و اکرام کر سکتی تھی کرتی رہی مگر ان کی وفات کے بعد ہمارے بعض کالم نگار دوستوں کو اچانک یاد آیا ہے کہ پاکستان اور یہاں کے بنیاد پرست مسلمان عوام نے دنیا کے مایہ ناز سائنس دان کی قدر نہیں کی اور محض مذہبی تعصب کی بناء پر ان سے بے رخی ہوئی۔

ہمارے ہاں اصحاب علم و دانش کا المیہ یہ ہے کہ وہ خود مذمتی اور رواداری میں فرق ملحوظ نہیں رکھتے۔ وہ ہمیشہ اپنے عقیدے، قومی اقدار اور ملکی رسم و رواج کے بارے میں معذرت خواہی کا شکار رہتے ہیں۔ وہ دوسروں کے مذہبی تعصب اور انتہا پسندانہ رویئے کا دفاع کرتے ہوئے اپنے معتقدات، قومی مفادات اور ملکی رسوم و رواج کو بھی فراموش کر جاتے ہیں بلکہ ان کا مذاق اڑانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی سائنسی اپروچ کا تو یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی تحقیق اور نوبل انعام ملنے کو مرزا غلام احمد قادیانی کا "معجزہ" قرار دیا۔ اور انعام لینے کے لئے جو چوغہ اور پگ پہن کر گئے وہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے جانشینوں کا پسندیدہ مخصوص لباس ہے۔ اس کا پنجاب کی روایتی ثقافت سے کوئی تعلق نہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنے عقیدے میں اس قدر پختہ تھے کہ جونہی پاکستان کی قومی اسمبلی نے کئی ماہ کے بحث مباحثے اور مرزا ناصر احمد کی طرف سے اس واضح اعلان کے بعد کہ "وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے قائل ہیں اور ختم نبوت کے اس تصور سے متفق نہیں جو مسلمان عالم کے عقیدے کا حصہ ہے" قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا۔ انہوں نے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو اپنا استعفیٰ پیش کر دیا اور وزیراعظم کے اصرار کے باوجود سائنسی مشیر کے طور پر خدمات انجام دینے سے معذرت کر لی۔ وہ اپنے ملک میں سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبے کی تعمیر و ترقی کے لئے مشورے اس صورت میں دے سکتے تھے کہ اسلامیان برصغیر مرزا غلام احمد اور ان کے مقلدین کے عقائد کی

روشنی میں اپنے آپ کو "غیر مسلم" تسلیم کرنے پر آمادہ ہوجاتے۔ ۱۹۴۸ میں جب قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھنے کی بجائے اس وقت کے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان (قادیانی) نے غیر مسلم سفیروں کی صف میں بیٹھنا پسند کیا تو استفسار کرنے والوں کو انہوں نے یہی جواب دیا تھا کہ "آپ مجھے کسی مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر یا غیر مسلم ریاست کا مسلمان وزیر خارجہ سمجھ لیں"۔

حد یہ ہے کہ سر ظفر اللہ خان ہوں یا ڈاکٹر عبدالسلام وہ کبھی اس امر پر شرمندہ نہیں ہوئے کہ انہوں نے نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کر کے ایک مجہول شخص کی اطاعت قبول کی ہے اور امت مسلمہ سے خود ہی ترک تعلق کر لیا ہے۔ مگر ہمارے دانشور، کالم نگار دوست اس امر پر شرمندہ ہیں کہ ہم نے ڈاکٹر عبدالسلام کی خواہش کے مطابق قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کو واپس لے کر یہ اقرار کیوں نہیں کیا کہ آپ سچے، آپ کے مدعیٔ نبوت سچے، ہم ہی وہ بد نصیب ہیں جو اپنے سچے رسول ﷺ سے تعلق پر شرمسار ہیں۔ مرزا طاہر احمد کی قیادت میں قادیانیوں نے برطانیہ میں جو "اسلام آباد" بسایا ہے وہ پاکستان کے خلاف تخریبی سرگرمیوں کا مرکز ہے اور ان کا سٹیلائٹ چینل پاکستان کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے میں مصروف رہتا ہے مگر ان کے اس قابل فخر کارنامے پر بھی ہم اس احساس زیاں کا شکار رہتے ہیں کہ آخر ہم نے یہ غلطی کیوں کی، رواداری کا مظاہرہ کیوں نہ کیا۔ انہیں غیر مسلم قرار دینے کی بجائے خود ہی اقلیت ہونے کا تمغہ اپنے سینے پر کیوں نہ سجالیا۔ حالانکہ یہ محض سیاسی مسئلہ نہیں، نبی اکرم ﷺ کی حرمت اور ناموس کا معاملہ ہے۔ اسلام نے "لا اکراہ فی الدین" کا فلسفہ ضرور پیش کیا ہے۔ لیکن وہ دوسروں سے بھی یہ توقع کرتا ہے کہ وہ اس کے پیروکاروں کے عقیدے اور شعائر کا احترام کریں اور اسلام کے بنیادی اصولوں کی نفی کرنے اور ختم نبوت کا انکار کرنے والا کوئی فرد اپنے آپ کو مسلمان قرار دینے کا فیصلہ نہیں کرسکتا۔

آخر کیا وجہ ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو اقلیت سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت علامہ اقبال نے پنڈت جواہر لال نہرو کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا کہ "آپ یہ بات سمجھ ہی نہیں سکتے کہ عقیدۂ ختم نبوت کی کیا اہمیت ہے اور کسی مدعیٔ نبوت یا اس کے پیروکاروں کو مسلمان تصور کرنے کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے؟" پنڈت جی تو اس خط کے جواب میں خاموش ہوگئے۔ لاجواب ہو کر یا مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے، لیکن ہمارے مسلمان "دانشور" ابھی تک بے سوچے سمجھے قادیانیوں کے موقف اور مسلمانوں کے عقیدۂ ختم نبوت سے آگہی حاصل کیئے بغیر تواتر سے پاکستان اور اس میں بسنے والی مسلم اکثریت کے خلاف طعنہ زنی میں مصروف ہیں۔ متشدد، متعصب اور بنیاد پرست، خود مذمتی کا یہ رویہ ہر اس فرد اور گروہ کا شعار بنتا ہے جسے ساری برائیاں اپنے بھائی بندوں اور تمام اچھائیاں غیروں میں نظر آتی ہوں۔ یہ فراخدلی اور رواداری نہیں بلکہ اپنے عقیدے، روایات، تمدن اور شعائر سے فرار کی راہ ہے انسان دوستی کسی اور شے کا نام ہے۔ (بشکریہ "نوائے وقت" ملتان ۶ دسمبر ۱۹۹۶ء "پریس ٹاک" ارشاد احمد عارف کا کالم)

سید محمد کفیل بخاری　　　　　　　　انکشاف

قادیانی ڈائریکٹرز پر مشتمل کیپیٹل بینک اسکینڈل

> بینک کے ڈائریکٹرز پاکستانی شہریت نہیں رکھتے
> سابق وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے چھے قادیانی ڈائریکٹر ملک سے فرار کرادیئے
> پاکستان کے خلاف قادیانیوں کی بین الاقوامی یہودیانہ سازش

علامہ اقبال مرحوم نے سچ کہا تھا "قادیانی اسلام اور وطن کے غدار ہیں" ۔ قادیانیوں کی پوری تاریخ اس ناقابلِ معافی جرم پر شاہدِ عدل ہے۔ حال ہی میں قادیانیوں کی ایک نئی بین الاقوامی یہودیانہ سازش کا انکشاف ہوا ہے " کیپیٹل بینک" کے نام سے اور سرمایہ کاری اور مسلمانوں ہی کے سرمائے سے اسلام اور پاکستان کے خلاف کام کرنے کے لیے وسائل جمع کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ قادیانی اس فنڈ سے اپنے مقاصد پورے کرنا چاہتے ہیں۔ اس بینک کے تمام ڈائریکٹر قادیانی ہیں۔ اور پاکستانی شہریت بھی نہیں رکھتے۔ جبکہ ایک ڈائریکٹر مسٹر یعقوب علی کا دعویٰ ہے کہ وہ پاکستانی شہریت رکھتا ہے۔ سازش کے بروقت معلوم ہونے پر کھاتہ دار اور ڈائریکٹرز کا معاملہ عدالت میں پہنچ گیا ہے۔ بینک کے چھے ڈائریکٹرز سابق وزیر داخلہ مسٹر نصیر اللہ بابر کی مدد سے ملک سے فرار ہوگئے ہیں۔ مسٹر بابر شروع سے قادیانیت نواز ہے۔ اس کے رشتہ دار قادیانی ہیں اور وہ ان کے جنازوں میں بھی شریک ہوتا ہے۔

بینک کے ساتویں ڈائریکٹر مسٹر یعقوب علی نے کہا ہے کہ ہم نئے ڈائریکٹرز مقرر کر دیتے ہیں لہٰذا ہمیں بنکاری کی اجازت دی جائے اگر حکومت اس بینک کو سرمایہ کاری کی اجازت دیتی ہے تو یہ اسلام اور پاکستان کے خلاف قادیانیوں کی یہودیانہ سازش کو تقویت دینے کے مترادف ہوگا۔

اخباری اطلاعات کے مطابق لاہور ہائی کورٹ کے کمپنی جج مسٹر جسٹس محمد قیوم ۱۸ جنوری کو "سی بی ایل" کے تصفیۂ حساب کیس کی سماعت شروع کریں گے۔ جس میں ڈھائی ہزار چھوٹے کھاتہ داروں کو تین کروڑ روپے کی رقم کی واپسی کے معاملہ کا جائزہ لیا جائے گا۔ ابتدائی طور پر مبوزہ بینک کے سات ڈائریکٹرز میں سے ایک ڈائریکٹر مسٹر یعقوب علی نے یہ کیس کمپنی جج کی عدالت میں پیش کیا تھا۔ اور دیگر چھے ڈائریکٹرز کے برخلاف اس نے پاکستانی شہری ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ جب ایف۔ آئی۔ اے نے بینک کے ڈائریکٹرز کے خلاف حقائق کو چھپانے کے جرم میں تحقیقات کا آغاز کیا تو مسٹر یعقوب علی ملک سے فرار نہ ہوئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق بینک کے ڈائریکٹرز مبینہ طور پر قادیانی ہیں۔ اور پاکستان میں مرزائیت

کی تبلیغ و اشاعت سے متعلق مذموم سرگرمیوں کو فنڈز مہیا کرنے کا منصوبہ رکھتے تھے۔ بینک کے دیگر چھے ڈائریکٹرز کو سابق حکومت کی طرف سے ایگزٹ لسٹ پر رکھا گیا تھا لیکن وہ سابق وزیر داخلہ جنرل نصیر اللہ بابر جو اپنی قادیانیت نوازی مشہور و معروف ہے، کی مداخلت پر پشاور سے شاہین ائیر لائن کے ذریعے گلف فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ کارپوریٹ لاء اتھارٹی کی طرف سے پہلے ہی بینک کے لائسنس کو ضبط کرنے کے بعد کمپنی جج سے تصفیۂ حساب کی استدعا کی گئی ہے تاکہ بینک کے اثاثوں میں سے کھاتہ داروں / سرمایہ کاروں کو رقوم کی واپسی کا انتظام ہوسکے۔

اس دوران مسٹر یعقوب علی نے ایف آئی اے کے تمام الزامات کی تردید کرتے ہوئے لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ دائر کی ہے جس کے ذریعے پاکستانی شہریت نہ رکھنے والے چھے ڈائریکٹرز کی جگہ نئے افراد اس ذمہ داری پر تعینات کرنے کی استدعا کی گئی ہے۔ جبکہ لاہور اور کراچی کی متعلقہ ہائی کورٹ میں کھاتہ داروں کی طرف سے بھی رقوم کی واپسی کے لئے درخواستیں دائر کی گئی ہیں۔

(بقیہ اداریہ)

بننے پر کوئی پابندی نہیں"۔ راقم نے کہا کہ قادیانی خاتم النبیین کے معنیٰ بدل کر ہی اجراء نبوت کا دروازہ کھولتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ کنور ادریس غیر مسلم کی حیثیت سے حلف اٹھاتے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ تھا مگر وہ تو آئین کی خلاف ورزی کے بھی مرتکب ہوئے ہیں غیر مسلم ہو کر مسلمانوں والا حلف اٹھایا۔

ادھر نگران وزیر اعلیٰ سندھ ممتاز بھٹو نے یہ منطق پیش کی ہے کہ "بانیٔ پاکستان نے سر ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ بنایا تھا۔ میں نے کنور ادریس کو وزیر بنا کر کوئی نیا کام نہیں کیا۔ مولویوں کا مطالبہ غلط ہے"۔

ممتاز بھٹو کو علم ہونا چاہیے کہ بانیٔ پاکستان نعوذ باللہ کوئی پیغمبر نہیں تھے کہ ان سے غلطی نہیں ہوسکتی۔ علاوہ ازیں تقسیم ہند سے قبل جب سر ظفر اللہ کو مسلم لیگ نے ایڈوائزری کونسل کا رکن نامزد کرکے مسلمانوں کا نمائندہ بنایا تب بھی مجلس احرار اسلام ہند اور دیگر مسلمان جماعتوں نے نہ صرف اس پر اعتراض کیا تھا بلکہ احتجاج بھی کیا تھا۔ کہ ظفر اللہ مسلمانوں کا نمائندہ نہیں ہے۔

پھر قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے برطرف کیا جائے۔ اسے مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں۔ لہٰذا جو بات اس وقت غلط تھی آج بھی غلط ہے۔

۱۵ دسمبر کے اخبارات کے مطابق چیف جسٹس خلیل الرحمن کو لاہور ہائی کورٹ سے تبدیل کرکے سپریم کورٹ میں جج مقرر کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ انہوں نے ایک قادیانی کو جج بنانے کی سفارش نہیں کی.........نگران حکومت کی طرف سے ایسے اقدامات یقیناً اس کی غیر جانبداری کی نفی کرتے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو فی الفور برطرف کرکے پاکستانی عوام کی ترجمانی کرے اور اپنی مشکوک حیثیت کو یقینی بنائے۔

احتساب

حضرت آدم کو حکم ہوا.......

اهبطوا منها جميعاً فاما يأتينكم مني هدىً فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون -

تم سب یہاں سے اترو- ہاں! جب ہماری طرف سے تمہیں ہدایت پہنچے اس پر عمل کرنا- جو عمل کرے گا ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہونگے-

یہ آدم اور فرزندانِ آدم کے لئے احتساب کا پہلا حکم تھا- قیامت کا مطلب ہی روز حساب ہے- اعمالنامے پیش ہونگے اور میزانِ عدل میں جانچے جائیں گے- یہ حکم ہر بڑے چھوٹے، سب کے لئے ہے حتیٰ کہ سب انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی ہے- اللہ کے رسولِ آخریں ﷺ کا اسوہ حسنہ دیکھئے-

ظہر کی نماز سے پہلے حضور اکرم ﷺ اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور مسجد نبوی کے منبر پر تشریف فرماہوگئے- حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم آپ کے چچازاد بھائی ساتھ تھے- سرور کنور رسالت ﷺ کی طبیعت بہت خراب تھی- یہ ربیع الاول ۱۱ھ کے دن تھے- اب کچھ ہی دن رہ گئے تھے کہ آپ دنیا سے پردہ فرمانے والے تھے-شدت بخار ہی میں آپ اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور منبر پر تشریف فرماہوگئے- حضرت فضل کو حکم دیا کہ - الصلوۃ جامعۃ کا نعرہ لگوائیں -مطلب یہ کہ مسلمان نماز کے لئے جمع ہوجائیں -جب مدینہ کی گلیوں میں کوئی یہ نعرہ لگاتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ لیتے کہ کوئی ضروری بات ہے جس کا اعلان کرنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو جمع ہوجانے کا حکم دیا ہے- چنانچہ صحابہ جوق در جوق جمع ہوجاتے-

اس موقع پر بھی جب صحابہ کرام بڑی تعداد میں جمع ہوگئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے آگے خطبہ دیا- خطبہ کیا تھا- ایسی باتیں تھیں کہ صحابہ کرام کے دل بھر آئے-

حضرت فضل بن عباس کا کہنا ہے کہ...... آپ ﷺ کے سر میں سخت درد تھا- ایک زرد پٹی میں نے آپ ﷺ کے سر پر کس کے باندھ دی تھی- آپ ﷺ میرے ہی بازو پر ٹیک لگا کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے تھے- اسی تکلیف کی حالت میں آپ نے خطبہ دیا پہلے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا...... میرا تم لوگوں سے رخصت ہونے کا وقت قریب آپہنچا ہے -اسلئے چاہتا ہوں کہ تم لوگوں سے کہوں کہ جسے مجھ سے کسی بات کا بدلہ لینا ہو تو وہ لے لے- اگر میں نے کسی کی کمر پر مارا ہے تو یہ میری کمر موجود ہے- اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا تو وہ آئے مجھے سخت سست کہہ لے- جس کسی کا کوئی مطالبہ ہے وہ مجھ سے وصول

کر لے۔ کوئی بھی یہ نہ سوچے کہ بدلہ لینے سے میرے دل میں کوئی برا خیال پیدا ہوگا۔ الحمدللہ میں بغض اور کینے سے محفوظ ہوں۔ یہ باتیں میرے لئے سزاوار بھی نہیں ۔ اس لئے خوب اچھی طرح سمجھ لو، یہ میری دلی خواہش ہے کہ جس کا مجھ پر کوئی حق نکلتا ہو وہ اپنا حق مجھ سے لے لے۔ یا معاف کردے۔ تاکہ میں اپنے رب کے پاس اطمینان سے جاؤں ۔ آپ ﷺ اس ارشاد کے بعد انتظار فرماتے رہے کہ کوئی کچھ کہے، کوئی آگے بڑھ کر اپنا بدلہ لے۔ مگر کسی نے کچھ نہ کہا، نہ کوئی آگے بڑھا۔ اور کوئی کہتا کیا؟ رحمت عالم ﷺ نے کبھی کسی پر کوئی زیادتی کی ہی نہیں تھی۔ کچھ دیر ٹھہر کر فرمایا کہ..... یہ ایک اعلان اس بات کے لئے کافی نہیں ۔ میں پھر اعلان کروں گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ منبر سے اترے، ظہر کی نماز ادا کی۔ اور پھر منبر پر بیٹھے۔ ارشاد فرمایا کہ..... تم میں سے کوئی بدلہ لینے سے ذرا نہ جھجکے۔ کوئی ایسا ہے جسے مجھے کچھ دینا ہے تو وہ بھی دیدے۔

ارشاد ربانی ہے یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین باالقسط ۔

مطلب ہے کہ اے ایمان والو! مضبوطی سے انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کے رسول ﷺ اسی عدل و انصاف کا مظاہرہ فرمارہے تھے۔

موّرخین اور محدثین متفق ہیں اس بات پر کہ آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا لیکن پھر بھی ارشاد نبوی تھا کہ مجھ سے بدلہ لے لو۔

عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات کی بڑی اہمیت ہے یعنی لوگوں کے حقوق کی۔ کوئی کسی کو مارے پیٹے برا بھلا کہے، طعنہ دے، کسی کو نقصان پہنچائے تو وہ شخص جس پر زیادتی کی گئی ہو وہی معاف کر سکتا ہے۔ اللہ ایسے قصوروں کو معاف نہیں کرتا۔

حج بیت اللہ کے بعد عبادت کی خطائیں تو معاف ہوجاتی ہیں لیکن اللہ کے بندوں کو کسی نے ستایا، نقصان پہنچایا، کم تول کے دیا، عیب دار چیز بیچی، غیبت کی چغلی کھائی، بدنام کیا، یادل دکھایا، رشوت لی، حاکم بن کر بے ایمانی کی، سرکاری خزانہ اپنی ذات پر خرچ کیا تو یہ ظلم معاف نہ ہوں گے۔ پرسش ہوگی اور بہت سخت پرسش۔ اس دنیا میں بھی بدلہ ملے گا اور اس دنیا میں بھی ۔۔ جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے... یہ پرسش حکمرانوں کے لئے بہت ہی سخت ہوگی۔ عہدیداران مملکت جو ظالم اور جابر حکمرانوں کے آلۂ کار بنتے اور اپنے اپنے علاقوں میں اللہ کے بندوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیتے ہیں تا کہ حکمران وقت کی خوشنودی حاصل کریں ان کا حشر اور بھی برا ہوگا۔

عدل حکمرانی کا سب سے بڑا شیوہ ہے۔ حاکم چھوٹا ہو یا بڑا، عدل سب کے لئے ضروری ہے۔ جو حاکم اپنی ذات سے محبت رکھتا ہو، وہ کبھی قانون کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ چانکیہ اور مکیاولی حکمران کو خود غرض،

(بقیہ ۴۴ پر دیکھئے)

حکیم محمود احمد ظفر

بلند مقام

"مجھے کون اپنی بیٹی دے گا"

یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے تھے جو سیاہ رنگ، کوتاہ قامت اور کم رو تھے۔ جتنے وہ کالے تھے اتنا ہی ان کا دل نور ایمان سے منور اور کردار حسن و جمال سے مزین تھا۔ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں اور جو موجود نہیں ہیں میں نے سب کو شادی کا پیغام دیا لیکن مجھے کوئی رشتہ دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ سرکار دو عالم ﷺ کو ان کی حالت پر رحم آیا۔ فرمایا: "عمرو بن وہب کے پاس جاؤ۔ ان کے دروازے پر دستک دو اور سلام کے بعد ان سے کہو کہ اللہ کے نبی نے تمہاری بیٹی میرے ساتھ بیاہ دی ہے۔

عمرو بن وہب بنو ثقیف کے فرزند تھے۔ طبیعت میں ذرا درشتی تھی۔ ان کی لڑکی نہایت حسین و جمیل اور ذہین و فطین تھی۔ سعد ان کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر والوں نے دروازہ کھولا تو انہوں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا۔ عمر اور ان کے گھر والے نہایت پریشان ہوگئے۔ بھلا ایسے بدصورت اور کالے کلوٹے سے ہم اپنی حسین و جمیل اور چندے آفتاب اور چندے ماہتاب بیٹی کیسے بیاہ دیں؟ چنانچہ انہوں نے سعد کو واپس لوٹا دیا۔

لڑکی نے بھی سعد کی آواز سن لی تھی۔ فوراً باہر نکل آئی اور سعد کو آواز دی:

بندۂ خدا! واپس لوٹ آؤ، اگر سرور کائنات ﷺ نے تمہارے ساتھ شادی کر دی ہے تو حضور ﷺ کا فرمان سر آنکھوں پر۔ میں اس چیز پر راضی ہوں جس سے خدا اور اس کا رسول راضی ہیں"

پھر وہ سعادت مند لڑکی اپنے باپ سے کہتی ہے کہ "قبل اس کے کہ وحی الٰہی آپ کو دنیا و آخرت میں رسوا و ذلیل کر دے، اپنی نجات کی فکر کیجئے"

عمرو بن وہب ہانپتے کانپتے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"تم ہی نے میرے فرستادے کو لوٹایا تھا؟"

یہ الفاظ سن کر عمرو بحر ندامت میں غرق ہوگئے۔ اسی ندامت بھرے لہجے میں عرض کیا:

"جی ہاں۔ یہ غلطی مجھ ہی سے سرزد ہوئی تھی۔ ہمیں اس شخص کی بات کا اعتبار نہ تھا۔ ہمیں معذور فرمائیے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہماری مغفرت کی دعا فرمائیے۔ ہم نے لڑکی بیاہ دی۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ اب آپ ﷺ نے سعد سے فرمایا:

"اپنی بیوی کے پاس جاؤ"

سعد اٹھے اور اپنی بیوی کے لئے تحفے تحائف خریدنے بازار کی طرف چل دیئیے۔ بازار پہنچے ہی تھے کہ منادی کی آواز کان میں پڑی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

یا خیال اللہ ارکبی وبالجنتہ البشری

اے اللہ کے شہ سوارو! جہاد کے لئے سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت لو۔

اس اعلان کا سننا تھا کہ سعد کے سارے ولولے اور جذبات سرد پڑ گئے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کا جذبہ سب جذبوں پر غالب آ گیا۔ جس رقم سے نوبیاہتا بیوی کے لئے تحفے تحائف خریدنے تھے اب اس سے سامان حرب خریدے اور فوراً مجاہدین کی جماعت میں پہنچ گئے۔ سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا لہذا کوئی انہیں نہیں پہچانتا تھا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی نہ پہچانا۔

ایک موقع ایسا بھی آیا کہ سعد کا گھوڑا اڑ گیا۔ فوراً گھوڑے سے اترے اور آستین چڑھا کر پیدل ہی لڑنے لگے۔ حضور ﷺ نے ہاتھوں کی سیاہی دیکھ کر پہچان لیا۔ آواز دی:

"سعد!" مگر سعد وارفتگی کے عالم میں تھے۔ انہوں نے آواز نہ سنی۔ کافروں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئیے۔ آخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

جنگ ختم ہوئی تو حضور ختمی مرتبت ﷺ کو پتہ چلا کہ سعد نے جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ آپ ﷺ ان کی لاش پر تشریف لے گئے اور محبت و شفقت سے ان کا سر گود میں رکھ لیا۔ سعد کتنا خوش قسمت تھا جس کا سر حضور ﷺ کی گود میں تھا، وہ تو کہہ رہا ہو گا.....

بچہ ناز رفتہ باشد زیں جہاں نیاز مندے

کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

سرکار دوعالم ﷺ نے اس کا گھوڑا اور اسلحہ اس کی نوبیاہتا بیوہ کے پاس بھجوا دیا اور اس کے سسرال والوں کو کہلا بھیجا: "اللہ تعالی نے سعد کی شادی تمہاری لڑکی سے بہتر لڑکی سے کر دی ہے" رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ

(بقیہ از ص ۴۱)

جابر، ظالم اور بد کردار بناتے ہیں۔ دنیا کو پہلا تحریری دستور دینے والے مدینے کے تاجدار ﷺ کا اسوۂ حسنہ کچھ اور ہی ہے۔ جس ذات اقدس نے مدینے کی شہری مملکت کو دس لاکھ مربع میل تک وسیع کر دیا اس نے عوام سے اپنے آپ کو کبھی الگ نہیں رکھا

صرف وہی سیاست دان اپنے ذاتی کردار کے بارے میں عوامی محاسبے کا کھلا اعلان کر سکتا ہے جو عادل اور بے لوث ہو۔ اسلام میں اقتدار امانت ہے۔ یہاں حکمرانی جواب دہی کا دوسرا نام ہے۔ ہر اسلامی مملکت کے دستور میں یہ شق شامل ہونا چاہیئے کہ مدت حکومت کے ختم ہوتے ہی سربراہ مملکت اپنے آپ کو عوامی محاسبے کے لئے پیش کرے۔ پھر دیکھیے کہ اس اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے بعد زندگی کا کیا رنگ ہوتا ہے۔

مولانا محمد مغیرہ خطیب جامع مسجد احرار ربوہ

رمضان المبارک اخروی کمائی کا مہینہ

فضیلت رمضان:

تمام مخلوق پر اللہ تعالی نے انسان کو فضیلت دی ہے اور انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو ممتاز کیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ اعلیٰ اور افضل ہے۔ اسی طرح تمام ایام میں جمعہ کو اللہ تعالی نے فضیلت بخشی ہے جبکہ مہینوں میں رمضان المبارک کو سب سے پر فضیلت حاصل ہے

اس کی ایک ایک گھڑی مسلمان کے لئے اخروی اعتبار سے اھم اور قیمتی ہے۔ رمضان المبارک ہر مسلمان کی اخروی کمائی کا مہینہ ہے۔ اس کی پہلی رات کی پہلی ساعت میں ہی شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں۔ تا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ دربار میں حاضری سے کوئی روکنے والا نہ ہو۔ رمضان المبارک میں خصوصی طور پر اللہ تعالی اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں۔ اپنی خصوصی رحمت سے گناہ گاروں کو معاف فرماتے ہیں ۔ رمضان المبارک میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر کردیا جاتا ہے جبکہ ایک فرض ادا کرنے سے ستر فرض کا ثواب نصیب ہوتا ہے۔ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ انسان کا رزق بڑھا دیتے ہیں ۔ حضور ﷺ نے فرمایا رمضان السبارک میں چار چیزوں کی کثرت کرو۔ دو تو ایسی ہیں جن کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے اور وہ کلمہ طیبہ اور استغفار ہے۔ اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تم بے نیاز نہیں رہ سکتے اور وہ جنت کا سوال کرنا اور جہنم سے پناہ مانگنا ہے ۔ رمضان السبارک میں دو عبادتیں ایسی ہیں جو مسلمان کے لیے ضروری ہیں۔ ایک تو سنت مؤکدہ ہے اور دوسری نماز تراویح ہے۔ جس کے بارے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ۔

قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ

جس شخص نے رمضان کی رات میں قیام کیا (تراویح پڑھی) ایمان کے ساتھ ثواب کا یقین کرتے ہوئے تو اسکے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے۔

باجماعت نماز تراویح:

حضور ﷺ نے صحابہ کو صرف تین راتیں تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھائی مگر صحابہ کا اشتیاق دیکھ کر متفکر ہو گئے۔ کہ اس اشتیاق کے سبب تراویح فرض ہی نہ کر دی جائے۔ اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت تک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے گھروں میں نماز تراویح ادا کرتے رہے۔ حضرت عمر

نے تمام صحابہ سے مشورہ کیا اور اتفاق رائے سے نماز تراویح کے باجماعت بیس رکعات پڑھنے کا اہتمام کیا اور امت کے سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ تراویح کی امامت کرائیں۔ نماز تراویح باجماعت پر صحابہ کا اجماع ہونے کے سبب آج تک امت مسلمہ باجماعت بیس رکعت ادا کرتی چلی آرہی ہے۔ جس کا روافض کے بغیر کسی نے آج تک انکار نہیں کیا۔ تراویح کی نماز دس سلاموں کے ساتھ مسنون ہے یعنی دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے۔ پورے رمضان المبارک میں تراویح کی نماز کے ساتھ کم از کم ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے مگر اس بات کا خیال رہے کہ قرآن سنانے والے کو اجرت دینا جائز نہیں۔ گو کہ حفاظ کی کمی نہیں مگر اتفاقاً ایسا حافظ نہ ملے جو بغیر اُجرت لئے قرآن سنائے تو بہتر ہے ایسے شخص کو مقرر کر دیا جائے جو چھوٹی چھوٹی سورتوں کے ساتھ نماز تراویح پڑھادے۔ اس بات کا بھی خیال رہے کہ داڑھی منڈانے یا کترانے والا حافظ یا قاری کہ اسکی داڑھی شریعت کے حکم کے مطابق نہیں ہے تو ایسے شخص کو بھی فرض نماز کی امامت کی طرح تراویح کا امام بنانا جائز نہیں ہے۔ ایسے شخص کی اذان واقامت بھی مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے (دوسری عبادت جو مرد و عورت پر فرض ہے وہ روزہ ہے)

روزہ:

رمضان المبارک میں امت محمدیہ پر سابقہ امم کی طرح روزہ فرض کیا گیا ہے۔ روزہ کا لغوی معنیٰ رکنا ہے جبکہ اصطلاح شرع میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک قصداً کھانے پینے اور جماع سے روزہ کی نیت سے اپنے آپ کو روکے رکھنا روزہ کہلاتا ہے۔ روزہ رکھنے کے بے شمار دنیاوی واُخروی فوائد ہیں۔

اخروی فوائد:

۱) حضور ﷺ نے فرمایا انسان کے ہر عمل کا اجر (کم از کم) دس گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ روزہ کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اسکی جزا دونگا۔ (کیونکہ) بندہ میری وجہ سے اپنی خواہشوں کو اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے۔ (بخاری) عبادتیں تو سبھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں مگر روزہ کے علاوہ تمام عبادتیں ایسی ہیں جن میں عمل کیا جاتا ہے اور عمل نظروں کے سامنے آجاتا ہے اس لئے اس میں ریاء کا احتمال رہتا ہے مگر روزہ ظاہری فعل نہیں بلکہ ترک فعل ہے۔ صبح سے شام تک روزہ کو حِسّی طریقہ سے نہیں معلوم کیا جاسکتا۔ اس لئے اس میں ریا کا احتمال ہی نہیں۔ روزہ تو یقیناً وہی رکھے گا جو خوف خدا رکھتا ہو اور روزہ رکھ کر شام تک وہی اس کو باقی رکھے گا جس کو اپنی آخرت یاد ہو گی اور ثواب کا متمنی ہو گا۔ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا:

الصوم لی وانا اجزی بہ

دوسری تمام عبادتوں کا ثواب فرشتوں کے ذریعہ بندہ کو پہنچتا ہے جبکہ روزہ ایک ایسی چیز ہے جس کا ثواب خود اللہ تعالیٰ عنایت فرمائیں گے۔

۲) حضور ﷺ نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں ایک کا نام ریّان ہے۔ اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے۔ ریان کے معنیٰ سیرابی کے ہیں۔ چونکہ روزہ داروں نے بحالت روزہ دنیا میں پیاس کی تکلیف اٹھائی۔ جسکی جزا جنت کی سیرابی ہوگی اس لئے اس دروازہ کا نام ریّان رکھا جس سے صرف روزہ دار جنت میں داخل ہونگے۔

۳) آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے روزہ سفارش کریگا کہ اے بار الٰہ میں نے اس بندہ کو دن میں کھانے پینے اور دوسری خواہشوں سے روک دیا تھا اس لئے میری سفارش اس کے بارے قبول فرمالیجئے۔ چنانچہ روزہ کی سفارش قبول کرلی جائیگی۔

۴) آپ ﷺ نے فرمایا روزہ داروں کے لئے دریاؤں کی مچھلیاں افطار کے وقت تک استغفار کرتی رہتی ہیں۔

دنیاوی منافع:

۱) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

۲) آپ ﷺ نے فرمایا: صوموا تصحوا۔ روزے رکھو تندرست رہو گے۔

اسی فائدے کو ہی سامنے رکھا جائے تو دنیا میں ایک بڑی نعمت کے حصول میں روزہ معاونت کرتا ہے۔ اور وہ ہے صحت و تندرستی۔ دیکھو نا! لوگ کہتے ہیں بندہ صحت کے ساتھ ہے۔ جوانی ہو یا بڑھاپا، صحت ہے تو سبحان اللہ، وگرنہ زندگی اجیرن ہوجاتی ہے۔ اور بہت سے لوگ تکالیف کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتے تو زندگی کے خاتمہ کی دعائیں کرتے ہیں۔ ان تکالیف میں گھر جانے سے بہتر ہے کہ آدمی صحت کے حصول میں کوشاں رہے۔ مخبرِ صادق، اللہ کے آخری رسول ﷺ نے سچ فرمایا کہ روزے رکھو تندرست ہوجاؤ گے۔ روزہ سے آخرت بھی سنورے گی اور صحت بھی بہتر ہوجائے گی۔

روزے سے محرومی:

افسوس کہ اکثر تندرست و توانا لوگ رمضان کے آنے پر بہانے خوری کرتے نظر آتے ہیں۔ پورے گیارہ ماہ بالکل فٹ رہتے ہیں مگر رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی بیماری کے بہانے شروع ہوجاتے ہیں۔ اور روزہ نہیں رکھتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت سے محروم ہیں۔ یقیناً ان کو اس بات کا احساس نہیں کہ اس بہانہ سے انہوں نے اپنا کتنا نقصان کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص جو کسی عذر شرعی کے بغیر رمضان کا روزہ چھوڑ دے تو عمر بھر روزہ رکھنے سے بھی ایک رمضان کے روزہ کی برکات و ثواب کے نقصان کی تلافی نہیں ہوگی۔ (مشکواۃ)

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اسکے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔'' یہ کتنی بڑی نعمت ہے جس کو صرف بہانہ خوری سے ضائع کیا جارہا ہے۔ بدقسمتی اور کیا ہوتی ہے، اللہ کی رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں ماررہا ہے اور نامعلوم کتنے لاتعداد گناہ

گناروں کی بخشش ہورہی ہے۔ مگر نادان اور غافل مسلمان ہے اور اسے یقین ہے کہ میری بادشاہی، صحت و توانائی یونہی قائم رہے گی۔ کون ہے مجھے پوچھنے والا، میں سیاہ وسفید کا مالک ہوں۔اور اگر کسی مرحلہ پر احساس ہوگیا توکہہ دیا اللہ نے ہمیں عذاب دیکر کیا کرنا ہے، وہ اپنی رحمت سے معاف کردیگا۔ یاد رہے کہ اللہ کے آخری نبی ﷺ کی نافرمانی کائنات کاسب سے بڑاجرم ہے جسکے آپ مرتکب ہورہے ہیں اور اس جرم پر حضور ﷺ نے انسان کی ہلاکت کی وعید سنائی ہے پھر کیونکر آپ پُرامید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے اور ہلاکت سے بچنے کی توفیق بخشے آمین۔

سحری:

چونکہ صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کچھ بھی کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام روزہ ہے اور افطار کے بعد سے صبح صادق تک کھانا پینا جائز ہے مگر صبح صادق سے پہلے قریب قریب کچھ نہ کچھ ضرور کھا پی لینے کا نام سحری ہے لغت میں بھی صبح صادق کے قریب کھانا کھانے کو سحر کہتے ہیں۔ سحری کھانے پر ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ کے درمیان سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے۔(مسلم)

کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ آپ ﷺ نے سحری کے کھانے کو برکت کاکھانا کہا ہے۔ آپ ﷺ جب کبھی کسی صحابی کو اپنے ساتھ سحری کھانے کے لئے بلاتے تو فرماتے "آؤ برکت کاکھانا کھالو" اور فرمایا "سحری کھا کر روزہ پر قوت حاصل کرو" اور آپ ﷺ نے فرمایا (یہ عمل ایسا مبارک ہے) "کہ سحری کھانے والوں پر اللہ اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں"۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کچھ بھی نہ ہو توایک چھوہارہ ہی کھالے یا پانی کا ایک گھونٹ پی لے البتہ اس بات کا خیال رہے کہ نہ اتنا کم کھائے کہ ضعف بڑھ کر عبادت کے قابل ہی نہ رہے اور نہ اتنا زیادہ کھائے کہ سارا دن کھٹی ڈکاریں ہی مارتا رہے۔

تنبیہ:

بعض لوگ صبح صادق سے گھنٹہ بلکہ اس سے بھی پہلے سحری سے فارغ ہوجاتے ہیں۔ یہ عمل اچھا نہیں بلکہ جتنا ہوسکے سحری تاخیر سے ہونی چاہیے مگر اتنی بھی تاخیر نہ ہو کہ صبح صادق طلوع ہوجائے اور روزہ کا نقصان ہوجائے یا یہ کہ شک ہوجائے۔

افطار:

غروب آفتاب کے بعد روزہ کاوقت ختم ہوجاتا ہے اس وقت جو کچھ کھایا پیا جائے اسکو افطار کہتے ہیں حضور ﷺ نے کھجور کے ساتھ افطار کرنے کو پسند فرمایا ہے کیونکہ کھجور سراپا برکت کی چیز ہے۔ اگر کھجور نہ ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی سے افطار کرلو کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے ۔غروب آفتاب کے فوراً بعد

افطاری کرنا اسلام میں پسند کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے یعنی غروب آفتاب ہوتے ہی فوراً روزہ افطار کرلیں گے۔ (بخاری)

روزہ دار کا افطار کرانا:

کسی روزہ دار کو افطار کرانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اسکے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور جہنم سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کے مانند اسکو ثواب ملیگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائیگا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ لسی پلادے تو یہ ثواب اللہ تعالیٰ مرحمت فرمادیتے ہیں۔

روزہ کے آداب:

(روزہ کی حالت میں جن آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے)

۱) نگاہ کی حفاظت: کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے۔ ٹی وی، وی سی آر، اخباری فلمی ایڈیشن اور غیر محرم کو دیکھنے سے اجتناب ضروری ہے

۲) زبان کی حفاظت: جھوٹ چغلخوری، غیبت، بد گوئی، لغو بکواس، بد کلامی، تمسخر، جھگڑا اور فحش گفتگو سے اجتناب کریں۔ ہوسکے تو تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور درود شریف سے زبان کو تر رکھیں یا کم از کم خاموشی بہتر ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

السکوت سلامة

خاموشی میں سلامتی ہے

۳) کان کی حفاظت: کسی کی غیبت سننے اور گانے قوالی سننے سے پرھیز کریں کیونکہ ہر وہ کام جس کا کرنا گناہ ہے اسکا سننا بھی گناہ ہے۔

۴) تمام اعضاء بدن کی حفاظت کریں کہ کسی غیر جگہ پر استعمال نہ ہوں۔ روزہ میں دل بہلانے کیلئے تاش کھیلنے سے بھی اجتناب کریں۔

۵) اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اس روزہ کو قبول فرمائیں۔ کہیں کوئی ایسا کام نہ سرزد ہوجائے جس کے سبب روزہ جیسی اہم عبادت ناقابل قبول ہوجائے۔

شب قدر:

رمضان المبارک تو سارے کا سارا ہی قیمتی ہے بلکہ ایک ایک گھڑی قیمتی ہے۔ مگر اسکا اخیر عشرہ بہت زیادہ قیمتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں جسکا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ رمضان کی آخری راتوں

میں مسلسل جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے۔اسی آخری عشرہ میں شب قدر بھی ہے۔کہ ایک رات کا ثواب ہزار مہینوں میں کی ہوئی عبادت سے افضل ہے اور ہزار مہینوں کی ۸۲ سال ۴ ماہ بنتے ہیں۔ پھر یہ کہ اس سے بھی افضل کتنی بہتر اللہ ہی جانے۔ شب قدر مسلمانوں کے لیے بڑی نعمت ہے ۔ایک رات جاگ کر عبادت کرلیں اور ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ثواب پائیں۔اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے۔اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص شب قدر سے محروم ہوگیا (گویا) وہ پوری بھلائی سے محروم ہوگیا اور شب قدر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا، یا رسول اللہ ﷺ اگر شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا: یہ دعا،

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنیَ

اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے اور معافی کو پسند کرتے ہیں (اے اللہ) مجھے معاف فرما۔

اعتکاف:

رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے مَرد ایسی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہوجائے جس مسجد میں (کم از کم) پنجگانہ جماعت کا اہتمام ہو جبکہ عورت اپنے گھر کے کونے میں یا اگر مکان میں کوئی نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کی ہوئی ہو داخل ہوجائے اور عید کے چاند نظر آنے تک وہیں رہے۔ ضرورت ناصہ کے بغیر اس جگہ سے باہر نہ نکلے۔ بستی یا شہر میں کم از کم ایک آدمی ضرور اعتکاف بیٹھے۔ حضور ﷺ کی زندگی میں ہمیشگی کا معمول تھا۔ سب سے بڑھ کر اسکا فائدہ یہ ہے کہ معتکف کو شب قدر ضرور مل جانے کی توقع ہے۔

دعاء:

دوسری عبادتوں کی طرح دعاء بھی ایک عبادت ہے بلکہ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق دعاء عبادت کا مغز ہے اور فرمایا جو شخص اللہ سے سوال (دعاء) نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا تمہارا رب شرم کرنے والا کریم ہے جب بندہ دعاء کرنے کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو خالی واپس کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔۔ پھر یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا روزہ دار کی دعاء جب افطار کرتا ہے ایسی ہے کہ ردّ نہیں ہوتی اس پورے ماہ میں خصوصاً افطار کے وقت خوب دعاء کرنے کا معمول رکھیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما اپنے اہل و عیال کو افطاری کے وقت اکٹھا کرلیتے تھے اور دعاء کرتے تھے۔

ہم سب کے سب گناہ گار اور محتاج ہیں جتنا ہوسکے اپنے لیئے اہل و عیال رشتہ داروں اور دوستوں کے لئے خیرو

(بقیہ ص ۵۱ پر دیکھیں)

لٹیرے ایک بار پھر آپ کی دہلیز پر

اے اہلِ وطن!

اسمبلیوں کی تحلیل کے بعد پوری قوم پھر ایک چوراہے پر کھڑی ہے۔ جمہوریت کے نام پر قوم کو ایک مرتبہ پھر کنگال کرنے اور غریب و بیکس عوام کے منہ سے آخری تر نوالہ چھیننے کے لئے انسان نما خونخوار جنگلی درندے، اسمبلیوں میں بیٹھنے والے "مجلس ابلیس" کے ارکان، نام نہاد معززین و شرفا آپ کو لوٹنے کے ایک نئے دورانیے کا آغاز کر رہے ہیں ایک بار پھر وہی مکروہ چہرے بڑی معصومیت اور بھولپن کا روپ دھار کر ووٹ کی خاطر آپ کی دہلیزوں پر قدم بوس ہو رہے ہیں۔

یاد رکھیئے!

ان جمہوریت زادوں نے اسمبلیوں میں بیٹھ کر شعائر اللہ کی توہین کی ہے۔ توہین رسالت کے مجرموں کو بری قرار دلوا کر بیرون ملک فرار کرایا ہے۔ ان کے ہاتھ مالاکنڈ میں نفاذ شریعت کا مطالبہ کرنے والے مسلمانوں کے خون بے گناہی سے رنگین ہیں۔ انہوں نے قادیانیوں، عیسائیوں، دین دشمن تحریکوں، یہود و نصاریٰ کے ایجنٹوں کو کھلی چھٹی دی۔

ابلیس کے ان فرزندوں نے ذرائع ابلاغ سے فحاشی و عریانی اور بے حیائی کو عام کیا۔ اسمبلیوں کے ایوان ان کی آپس میں غلیظ گالم گلوچ، دھینگا مشتی، دنگا فساد اور دھما چوکڑی کی آوازوں سے معمور ہیں تو دوسری طرف اسمبلیوں کے ہاسٹل ان کے شراب و شباب کی کہانیاں بیان کرتے نظر آتے ہیں۔

ان ظالم جاگیرداروں، وڈیروں کے پنجۂ ستم سے کسی غریب کی عزت، آبرو اور مال محفوظ نہیں۔ ان کے ڈیروں میں حوا کی بیٹی کی سسکیاں اور چیخیں آج بھی دبی ہوئی ہیں۔

ان ویل سولائزڈ لٹیروں نے تین سال تک قومی خزانے کو خوان یغما سمجھ کر لوٹا ہے۔ بلکہ پچاس سال سے لوٹ رہے ہیں۔ ان کا پیشہ آبا ہی ہے۔ ان کی شاہ خرچیوں اور اللوں تللوں میں آپ کے خون پسینے کی کمائی پر لگنے والے بھاری ٹیکسوں سے جمع ہونے والا قومی خزانہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ نتیجتاً آج پوری قوم آئی ایم ایف کی غلام بے دام ہے۔

ملک میں قتل و غارت گری، ڈاکہ و چوری، شراب و زنا کی نوے فیصد وارداتوں کے پیچھے آپ کے منتخب کردہ اراکین اسمبلی ہوتے ہیں۔ جن کے نزدیک عوام مچھر مکھی کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان تمام اعمال بد میں حزب اقتدار و اختلاف برابر شریک ہے۔

اور ہاں، دھیان رہے!

موجودہ الیکشن میں کچھ مذہبی جماعتیں بھی اپنے "ٹھرک" سے مجبور ہو کر اسلام کے نام پر اسلام کو بدنام کرنے کے لئے میدان میں آرہی ہیں۔

خدارا!

(۳) فروری کو ہونے والے اس الیکشن ڈرامے میں ان ظالموں، فاسقوں، فاجروں، ملک و ملت اور دین کے دشمنوں کو ووٹ دے کر کامیاب مت کریں بلکہ جمہوریت جیسے اس کفر ساز و کفر پرور، مشرکانہ اور انسانیت دشمن نظام پر ہزار لعنت بھیج کر الیکشن کا مکمل بائیکاٹ کیجئے اور اپنے اپنے مقامات پر اجتماعی و انفرادی توبہ کا اہتمام کیجئے۔ صدقات و نوافل ادا کریں اور اللہ کے حضور ملک و ملت کی سلامتی کے لئے دعائیں کریں۔

مجلس احرار اسلام اپنے عقائد و افکار کی روشنی میں یہ سمجھتی ہے کہ وطن عزیز پاکستان کا قیام و بقاء اور استحکام حکومت الہیہ کے قیام و نفاذ میں ہے۔ جب تک موجودہ باطل جمہوری نظام کو ختم کر کے اللہ و رسول ﷺ کے عطا کئے ہوئے نظام "اسلام" کو نافذ نہیں کیا جائیگا تب تک ہم اقتصادی و معاشی، معاشرتی اور تہذیبی سطح پر کہیں بھی کامیاب قوم کا کردار ادا نہیں کر سکتے۔

احرار آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیے ہماری اس دینی و قومی جدوجہد میں شریک ہو کر باطل و فرسودہ، مشرکانہ جمہوری نظام اور یہود و نصاریٰ کی ایجنٹ قوتوں کے خلاف جدوجہد کیجئے۔ ارض پاک کو اسلام کا نظریاتی، تہذیبی اور امن و سکون کا گہوارہ بنائے۔ صرف تبلیغ اور جہاد کے راستے سے نفاذ اسلام کی جدوجہد کیجئے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

(بقیہ از ص ۳۹)

برکت کی دعائیں کریں فوت شدہ والدین رشتہ داروں اور تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت و بخشش کی دعائیں کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت میں کامیاب کرے اور قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے آمین ثم آمین

اپنے عطیات اور زکواۃ و صدقات مدرسہ معمورہ ملتان

کو عنایت فرمائیں مدرسہ میں رہائش پذیر طلباء کے اخراجات اور نئی درسگاہوں اور رہائشی کمروں کی تعمیر کے لئے اہل خیر حضرات فوراً توجہ فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

بذریعہ منی آرڈر:۔ سید عطاء المحسن بخاری۔ مہتمم مدرسہ، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961

بذریعہ بنک:۔ اکاؤنٹ نمبر 29932، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان

طنز و مزاح

س غرا قبالی

زبان میری ہے بات انکی

❂ لغاری نے مرتضیٰ کو قتل کروایا (بے نظیر)

لغاری نے مرتضیٰ کو قتل کروایا تو بے نظیر نے کارروائی کیوں نہ کی (غنویٰ)

❂ میرے نوجوان مسرت شاہین کا انتظار کر رہے ہیں (فضل الرحمن)

جو نوجوان میرا انتظار کر رہے ہیں وہ مولانا سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ شائستگی کا مظاہر کریں (مسرت شاہین)

❂ پرنس آغا خان کی بیٹی نے گورے بوائے فرینڈ سے منگنی رچالی (ایک خبر)

مذہبی بہروپیوں اور پروہتوں کی اولاد ایسی ہوتی ہے!

❂ خصوصی عدالت کے جج چوہدری ظہور حسین رشوت لینے پر گرفتار (ایک خبر)

چودھری صاحب کورہا کرو، یہ جمہوریت اور عوام کی توہین ہے۔

❂ وزیراعظم ہاؤس میں اصطبل کی تعمیر، ہائیکورٹ نے تحقیقات کا حکم دے دیا (ایک خبر)

عدالت بے شک تحقیق کرلے، وزیراعظم ہاؤس اصل میں اصطبل ہی ہے۔

❂ شریعت کسی قسم کی ہو اس پر بحث ہونی چاہیئے (عمران خان)

یعنی بیوی جمیما، شوہر عمران۔ پیسہ یہودی، الیکشن پاکستان

❂ اسمبلیاں توڑنے والے جمہوریت کے قاتل ہیں (جے سالک)

اسمبلیوں میں بیٹھنے والے کیا ہیں؟

❂ داتا دربار پر مسرت شاہین کی دستار بندی کی گئی (ایک خبر)

بندہ اور بندی دونوں بخشے گئے۔

❂ کھر فیملی کی غنڈہ گردی (ایک خبر)

یہ بھی کوئی خبر ہے؟

❂ سب کچھ وزیراعظم بے نظیر نے کیا ڈ، میرے بیٹے کو قربانی کا بکرا بنایا جارہا ہے (حاکم زرداری)

اللہ تعالیٰ قربانی قبول فرمائے (آمین)

❂ آصف زرداری کا ریمانڈ حاصل کرلیا گیا۔

چور کو مال کھاتے نہ دیکھو۔ مار کھاتے دیکھو۔

❂ امن و امان کی صورت حال پر گورنر اور وزیراعلیٰ کا اظہار تشویش (ایک خبر)

پاکستان کے پچاس برس حکمرانوں کے اظہار تشویش میں برباد ہو گئے۔
○ مولانا آج آپ نے ہماری نماز قضا کرادی۔(حافظ حسین احمد کی لمبی تقریر پر وسیم سجاد کے ریمارکس)
اناللہ و انا الیہ راجعون ہ
○ کھر نے کتوں کے لئے چھے سرکاری گاڑیاں رکھیں۔("خبریں")
گاڑیاں اور کتے۔ مزارع بغیر چھت ٹُوں ستے!
○ ۱۹۹۶ کے پہلا گیارہ ماہ لاہور میں شراب کی ۲۹ لاکھ بوتلیں خالی کردی گئیں۔(ایک خبر)
یہ تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے۔
○ پنجابی وزیراعظم کی طرح سندھی وزیراعظم کی اسمبلی بھی بحال کی جائے(بے نظیر)
مکار لومڑی سے اللہ بچائے۔
○ مغربی پاکستان بچانے کے لئے مشرقی پاکستان کی قربانی دی (اے اے نیازی)
جھخ ماری۔کھے کھادی!
○ لاشوں کی سیاست کی عادی بے نظیر کہیں خود نہ زرداری کو اڑادے(ممتاز بھٹو)
کوئی مضائقہ نہیں!
○ اظہر سہیل اپنے جرائم اور مظالم کی بناء پر احتساب کے کٹھرے میں کھڑے ہیں۔(رمضان عادل)
صحافت کا "غریب راسپوٹین")
○ گوجرانوالہ، چٹھوں نے کمی کی بیوی کو بے آبرو کر کے گاؤں بدر کردیا۔(ایک خبر)
○ میلادی کھر نے شکار کے لئے پوری بستی کو نذر آتش کردیا(دوسری خبر)
○ لغاری سرداروں نے اپنی بیٹی کے محبوب ڈرائیور کی ماں ننگی نچادی۔ بھرے مجمع میں چودہ افراد کی زیادتی (تیسری خبر)
یا اللہ! کوئی حجاج بن یوسف ہی بھیج دے!
○ عورت مرد ناکام۔ تیسری قوت کی ضرورت ہے (ہیجڑہ وسیم لون والی)
قوم کی یہ مجبوری ہے، تیسرا تجربہ ضروری ہے۔
○ پوری امید ہے سپریم کورٹ ہماری حکومت بحال کر دے گی(بے نظیر)
بلی نوں چھیچھڑیاں دے خواب!
○ لٹیرے گردنیں بچانے کے لئے ۳ فروری کے منتظر ہیں (معراج خالد)
یہی جمہوریت ہے۔
○ بیرسٹر سلطان نے سلطانی گواہ بننے کا فیصلہ کرلیا(ایک خبر)
ہمت کیا نہ کرتا۔

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کے تبلیغی اور تنظیمی اسفار اور اجتماعات سے خطابات

مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما اور امیر وفاق المدارس الاحرار پاکستان، امیر ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے گزشتہ ڈیڑھ ماہ انتہائی مصروف گزارا۔ انہوں نے ۱۵ نومبر سے ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء تک ضلع رحیم یار خان اور ضلع بہاولپور کے مختلف علاقوں میں مجلس احرارِ اسلام کے سالانہ تبلیغی اجتماعات سے خطاب کیا۔ بستی مولویاں، چاہ رلیھے والا، خانواہ، اسلام آباد، نوحانیاں، اور رحیم یار خان شہر کے اجتماعات میں انہوں نے سیرت النبی ﷺ، سیرتِ ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان اور مجلس احرارِ اسلام کے مقاصد کے حوالے سے خطابات کئے۔ مجلس احرارِ اسلام ضلع رحیم یار خان کے رہنما محترم صوفی محمد اسحٰق صاحب، محترم حافظ محمد اسمٰعیل صاحب، محترم مولوی فقیر اللہ صاحب اور محترم حافظ محمد اشرف صاحب کے علاوہ دیگر احباب نے ان اجتماعات کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں بھرپور تعاون کیا۔ ۲۳ نومبر کنڈا احمد اسٹر میں اجتماع سے خطاب کیا ۲۸ نومبر کو قلعہ لچھمن سنگھ لاہور میں یوم صدیقِ اکبر کے اجتماع سے، ۲۹ نومبر کو کریم پارک راوی روڈ لاہور میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور ۳۰ نومبر کو دفتر مجلس احرار اسلام اچھرہ لاہور میں درسِ قرآن کریم دیا۔

دسمبر ۱۹۹۶ء کا پہلا عشرہ تلہ گنگ میں قیام کیا اور مسجد سیدنا ابوبکر صدیق میں یومِ معاویہ رضی اللہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ چکڑالہ اور مضافات کے احرار کارکنوں سے ملاقات کی۔ علاوہ ازیں ۲۴ دسمبر کو ڈیرہ اسمٰعیل خان اور بھکر میں یومِ معاویہ کے اجتماعات سے خطاب کیا اور احرار کارکنوں کو جماعت کا تنظیمی عمل مضبوط بنانے کی ہدایات دیں۔ ۱۳ دسمبر کو دارِ بنی ہاشم ملتان میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی یاد میں جلسہ منعقد ہوا جس میں سید محمد کفیل بخاری، محمد یعقوب خان، مولانا عبدالستار جھنگوی اور حضرت شاہ صاحب نے خطاب کیا۔ ۱۴ دسمبر کو عثمان آباد کالونی ملتان میں اجتماعِ یومِ معاویہ سے اور ۱۶ دسمبر کو احاطۂ معاویہ ملتان میں اجتماعِ یومِ معاویہ سے خطاب کیا۔ جنوری ۷ ۱۹۹ء میں میلسی اور گڑھا موڑ کے اجتماعات احرار سے خطاب کیا۔ مدرسہ معمورہ موضع چھینا تحصیل میلسی میں جناب محمد امیر کی دعوت پر تشریف لے گئے اور اجتماع سے خطاب کیا۔

حضرت سید عطاء المحسن شاہ صاحب کے ان تبلیغی دوروں سے احرار حلقوں میں بیداری کی ایک نئی لہر دوڑ گئی اور جماعتی کام کی رفتار میں قابلِ قدر اضافہ ہوا۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہ رمضان المبارک میں بھی ملتان اور بیرونِ ملتان مختلف اجتماعات سے خطاب کریں گے۔

ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے تبلیغی اسفار اور اجتماعاتِ احرار سے خطابات

مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی رہنما اور مسجد احرار و مدرسہ ختم نبوت ربوہ کے منتظم ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے گزشتہ دو ماہ انتہائی مصروف گزارے اور پنجاب و سندھ میں اجتماعاتِ احرار سے خطاب کیا۔ آپ نے مختلف علاقوں میں مجلس احرار اسلام کی نئی شاخیں قائم کیں اور عوام کو جماعت میں شمولیت کی دعوت دی۔ ضلع رحیم یار خان کے تبلیغی سفر میں ۲۲ نومبر کو مسجد ختم نبوت صادق آباد ۲۳ بستی ٹِب چوہان، ۲۴ بستی درخواست ۲۵ مدرسہ محمودیہ، ۲۶ بستی پروچڑاں، ۲۷ چک ۱۲ خانپور، ۲۸ چک ۱۴ خان پور ۲۹ مدرسہ مخزن العلوم خان پور شہر، ۳۰ غازی پور، یکم دسمبر بستی قیصر جودھان۔ اور لیاقت پور، احمد پور شرقیہ میں ۱۲ اجتماعات سے خطاب کیا۔ مجلس احرارِ اسلام کی مرکزی مجلس منتظمہ کے سنئیر رکن حضرت مولانا محمد اسحق سلیمی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

دسمبر کے پہلے عشرہ میں ضلع وہاڑی کے اجتماعاتِ احرار میں شرکت کی۔ گڑھا موڑ وہاڑی شہر اور گردونواح میں چھے اجتماعات سے خطاب کیا جبکہ بورے والہ شہر میں ایک بڑے جلسہ میں تقریر کی۔ بورے والہ کے اجتماع میں حضرت مولانا محمد اسحق سلیمی، جناب اللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری نے بھی خطاب کیا۔ ان اجتماعات کو کامیاب بنانے میں حضرت مولانا محمد اسحق سلیمی اور جناب عبد الشکور صاحب نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں مدرسہ ختم نبوت چیچہ وطنی کے شعبہ حفظ قرآن کے طلباء کا امتحان لیا اور مدرسہ سے حفظ قرآن مکمل کرنے والے طلباء کی تعزیت سے بھی خطاب کیا۔

وسط دسمبر میں آپ ڈیرہ اسمٰعیل خان بھی تشریف لے گئے اور احرار کارکنوں سے خطاب کیا۔ پہاڑ پور میں احرار اجتماع سے خطاب کیا۔ اسی طرح ۲۵ دسمبر کو احسان پور نزد دائرہ دین پناہ میں اجتماعِ احرار میں خطاب کیا۔

۲۶ دسمبر کو مجلس احرار اسلام کے رکن محترم ھادی بخش کی دعوت پر سکھر تشریف لے گئے اور شبِ جمعہ ایک بڑے اجتماع میں تقریر کی جبکہ ۲۷ دسمبر کو جامع مسجد سکھر میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا۔ وہاں سے آپ لاڑکانہ تشریف لے گئے۔ لاڑکانہ کی تاریخ میں یہ پہلا اجتماع احرار تھا جس سے آپ نے خطاب کیا۔ راستے میں امروٹ شریف میں حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ کے مزار پر حاضری دی اور پھر کراچی تشریف لے گئے۔ کراچی میں پانچ روزہ قیام میں مختلف مقامات پر چار اجتماعات منعقد ہوئے جن میں حضرت مولانا محمد اسحق سلیمی اور حضرت پیر جی مدظلہ نے خطابات کیے۔ محترم صوفی مولا بخش صاحب، جناب شفیع

الرحمن، مولانا احتشام الحق معاویہ اور مولانا عبدالصمد احرار ہمہ وقت آپ کے ہمراہ رہے۔ کراچی سے واپسی پر ۳ جنوری کو مجلس احرارِ اسلام بھل ضلع بھکر کی دعوت پر تشریف لے گئے اور اجتماعِ جمعہ سے خطاب کے بعد کروڑ لعل عیسن تشریف لے گئے۔ کروڑ میں مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا محمد مغیرہ نے اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا جبکہ بعد عصر تا مغرب حضرت پیر جی کا ایمان افروز خطاب ہوا۔ وہاں سے آپ ڈیرہ اسمٰعیل خان تشریف لے گئے۔ احرار کارکنوں سے ملاقات و تبادلۂ خیالات کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ سے ملاقات کے لئے خانقاہ سراجیہ کندیاں تشریف لے گئے۔ حضرت پیر جی مدظلہ جنوری اور فروری میں بھی مختلف شہروں میں اجتماعات احرار سے خطاب کریں گے۔ وہ مختلف شاخوں کا دورہ کریں گے اور ۶/۷ مارچ کو ربوہ میں منعقد ہونے والی شہداء ختمِ نبوت کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے کارکنوں کو شرکت کی دعوت دیں گے۔

مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم ملتان میں
ختم ترجمۂ قرآن کریم اور ختم مشکوٰۃ شریف کی تقریب

۱۴ دسمبر ۱۹۹۶ بروز ہفتہ، صبح ۱۰ بجے مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم ملتان میں طلباء کے ختم ترجمۂ قرآن کریم اور ختم مشکوٰۃ شریف کی پروقار تقریب سعید منعقد ہوئی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ مہمان خصوصی تھے۔ آپ نے قرآن کریم کی آخری سورتوں کے حوالے سے نہایت علمی خطاب کیا اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث پر گفتگو فرمائی۔ آپ کا علمی و نورانی بیان تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔ حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ نے طلباء کو نصیحتیں بھی فرمائی اور اپنے اپنے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرنے کی ہدایت کی آپ نے دینی علوم کی تحصیل اور دینی مدارس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں ان کے استحکام میں ہی ہماری دینی زندگی کی بقاء مضمر ہے۔ حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ، حضرت سید عطاء المحسن بخاری کے استاذ ہیں۔ اسی نسبت سے حضرت شاہ صاحب ان کا بے پناہ احترام کرتے ہیں۔ مولانا کی رقت انگیز دعاء کے ساتھ ہی یہ پروقار تقریب اختتام کو پہنچی۔ مولانا کچھ دیر مدرسہ معمورہ میں ٹھہرے اور پھر اساتذہ و طلباء کو دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر عطا فرمائے اور صحت و سلامتی سے نوازے (آمین)

* سیدنا معاویہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ
پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی (قیمت =/200 روپے)
* تضادات مرزا قادیان مولانا مشتاق احمد (قیمت =/30

عمل صالح کے لئے ایمان، اخلاص اور اتباع سنّت ضروری ہیں

مدرسہ بستان عائشہ، دار بنی ہاشم، ملتان میں خواتین کے سالانہ اجتماع کی مختصر روداد

شعبان اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔ یہ مہینہ بہت سی خصوصیات کا حامل ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس مبارک مہینے کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ" یہ میرا مہینہ ہے"۔ حضور ﷺ اس مہینے میں عبادات کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

شعبان المعظم کو رمضان المبارک کے استقبال و اعزاز میں بھی بڑا دخل ہے۔ حفاظ کرام، رمضان المبارک کی تیاری کے لئے مستعد نظر آنے لگتے ہیں اور دینی مدارس میں ان دنوں اچھی خاصی گہما گہمی دیکھنے کو ملتی ہے۔

مدارس میں تعلیمی سال کا اختتام بھی انہی دنوں ہوتا ہے اور اکثر مدارس میں چھوٹے چھوٹے اجتماعات کا اہتمام بھی ہوجاتا ہے۔

ہمارے پاس اب تک خواتین کے دو تین مدرسوں کے اجتماعات کے دعوت نامے پہنچ چکے تھے۔ لیکن جس مدرسے کے دعوت نامے کا ہمیں انتظار تھا وہ اب تک نہیں پہنچا تھا۔ میری مراد "مدرسہ بستان عائشہ" دار بنی ہاشم ہے۔ بستان عائشہ کے اجتماعات میں اس سے پہلے کئی بار شرکت ہوچکی تھی اس لئے انتظار بے جا نہ تھا۔ ۱۲ شعبان (۱۴۱۷ھ) کو........

جلسے سے ٹھیک دو دن پہلے ہمیں دعوت نامہ موصول ہوگیا۔ مقررہ دن جب ہم جلسہ گاہ پہنچے تو پہلے کی نسبت ترتیب کچھ مختلف محسوس ہوئی۔ اجتماع، مدرسہ کی بالائی منزل پر منعقد تھا جو کہ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے۔ نچلی منزل میں جلسہ کے مہمان خصوصی حضرت مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ کے لئے نشست گاہ مخصوص تھی۔ مدرسہ کی بالائی منزل بڑی سادہ مگر پر کشش تھی۔ دو بڑے بڑے کمروں اور مطبخ پر مشتمل یہ منزل خواتین اور بچوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

ننھی بچیوں کی تلاوت قرآن کریم اور حمد و نعت کی پرسوز آوازیں سمع نوازی کا سبب بن رہی تھیں۔

حسن اتفاق سے بیٹھنے کے لئے جو جگہ ہمیں ملی وہ ہال کی کھڑکیوں کے عین سامنے تھی جہاں سے بیک وقت اندرونی اور بیرونی مناظر پر نظر رہتی تھی۔ اندرونی مناظر میں مجلس احرار اسلام کے سرخ پرچم والا خوبصورت ڈائس اور یکے بعد دیگرے آنے والی معزز مقررات اور بیرونی منظر میں مدرسہ معمورہ اور اس سے متصل مسجد کی چھت پر لہراتے ہوئے وہی سرخ پرچم جنکی اپنی ایک تاریخ اور شجاعتوں سے بھرپور ماضی ہے۔ ان مناظر کی بدولت جلسے کے آخر تک ذہنی طور پر میں تاریخ کے ان کرداروں سے مربوط رہی جنہوں نے

ذاتی مفادات کو دینی اور قومی مفادات پر قربان کردیا اور عنداللہ سرخرو ہوئے۔ہال کے اندرونی منظر میں توجہ مرکوز کی تو مدرسہ کی متعلمہ مسز عبدالرشید کو، خواتین کی گھڑی ہوئی شریعت کے خلاف بڑی باحوالہ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔انہوں نے شادی، غمی، دکھ، سکھ، موت فوت اور زندگی کے دوسرے معاملات میں رائج غیر اسلامی اور ہندوانہ رسوم و رواج کو دلائل کے ساتھ نہ صرف غلط ثابت کیا بلکہ خواتین سے ان رسوم کو ختم کرنے کے لئے جرأت مندانہ روّیے اپنانے کی اپیل کی۔ انہوں نے کہا کہ قل خوانی، سوم، چہلم، جمعراتیں۔ حلوے، شبراتیں، کونڈے، نیازیں........ اور اس قسم کی دیگر تمام غیر اسلامی رسموں کی بیخ کنی کرنے کے لئے ہم عورتیں بہت اہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ان رواجوں اور بدعتوں کے خلاف ڈٹ جائیں اور اپنی ایمانی غیرت کا ثبوت دیں۔مسز عبدالرشید کی بیس پچیس منٹ کی گفتگو نے ہمیں اچھاخاصا متاثر کیا۔ان کے بعد دو تین مقررات نے شب برات، رمضان المبارک اور چند دوسرے موضوعات پر بھرپور اظہار خیال کیا۔

تین بجے کے قریب صدر معلمہ صاحبہ نے دو بچیوں کا قرآن پاک (ناظرہ) ختم کروایا۔اور انکے بقول "بستان عائشہ" سے اب تک صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ قرآن حکیم مکمل کرنے والی طالبات کی کل تعداد چوالیس ہوگئی تھی جبکہ حفظ مکمل کرنے والی طالبات گیارہ تھیں۔

ختم قرآن پاک کے بعد مہمان خصوصی حضرت مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ، جوکہ مدرسہ بستان عائشہ کے بانی حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب کے استاد بھی ہیں، ان کا جامع، مفصل اور پرمغز بیان ہوا۔

حضرت نے قرآن کریم کی آیت" ان المسلمین و المسلمات و المؤمنین و المؤمنات و القنتین و القنتت.......... کو موضوع سخن بنایا اور بڑی خوبصورتی سے مرد و عورت کے مقام و مرتبہ اور اسکے دائرہ کار کو شرعی احکام کی روشنی میں واضح کیا۔

مولانا نے عورت کی اہمیت اور وقعت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں عورت کو بالواسطہ مخاطب فرمایا ہے۔ یعنی مردوں کو خطاب کے دوران ہی اسکو خطاب کیا گیا۔ براہ راست نہیں کیا گیا۔ البتہ حضور ﷺ کے زمانے کی صحابیات کی اس خواہش پر کہ ہمیں قرآن پاک میں الگ مخاطب نہیں کیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے یہ اسلوب اختیار فرمایا اور مسلمان مردوں عورتوں، مومن مردوں عورتوں، فرمانبردار مردوں عورتوں کو۔۔۔۔ الگ الگ خطاب فرمایا۔ گویا عورت ایسی قیمتی تخلیق ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں اسکی حیثیت کو واضح کیا حضرت مولانا نے احادیث صحیحہ کی روشنی میں ان والدین کو بشارت سنائی جن کو اللہ نے بیٹی کی نعمت سے نوازا ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے: "جس نے دو یا تین بیٹیوں کی اچھی پرورش کی، انکی تعلیم و تربیت کا معقول بندوبست کیا، تو جنت میں وہ میری رفاقت سے مشرف ہوگا" حضرت کا انداز گفتگو بڑا علمی تھا۔ آپ نے

عورت کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں خوب اجاگر کیا۔ حضرت نے مدرسہ کے بانی حضرت شاہ صاحب کی صحت و تندرستی اور درازیٔ عمر کی دعا فرمائی اور مدرسہ کی طالبات و معلمات کے حق میں بھی دعا فرمائی اور خاص طور پر یہ نصیحت فرمائی کہ عمل کے لئے ایمان، اخلاص اور اتباعِ سنت کا ہونا ضروری ہے۔اسکا اہتمام کریں۔ حضرت کے بیان کے بعد ہم نے مدرسہ کے بارے میں چند معلومات حاصل کرنے کے لئے سٹیج سیکرٹری طیبہ ملک کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ ان سے ہماری اچھی سلام دعا تھی۔انکے بقول مدرسہ بستان عائشہ کا یہ تیئسواں اجتماع تھا جن میں سولہ اجتماع ماہانہ اور سات اجتماع سہ ماہی تھے۔مدرسہ میں مندرجہ ذیل شعبے شعبۂ حفظِ قرآن پاک، شعبۂ ناظرہ قرآنِ پاک، شعبۂ فاضلات اور شعبۂ پرائمری قائم ہیں۔ کل طالبات تقریباً ایک سو پچاس ہیں جبکہ پانچ معلمات تدریس کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ان کے کوائف سننے کے بعد ہم کبھی مدرسہ کی عمارت کو دیکھتے ہیں اور کبھی اس تعلیمی کام کا اندازہ کرتے ہیں جو یہاں بڑے سلیقے سے ہورہا تھا۔معاً مجھے حضرت امیر شریعت اور مولانا ابوالکلام آزاد کا وہ واقعہ یاد آگیا۔جس میں حضرت امیر شریعت نے مولانا کو درازیٔ عمر کی دعا دی تھی اور مولانا نے فرمایا تھا ''میرے بھائی تھوڑی ہو مگر قرینے کی''۔اللہ تعالیٰ ارضِ وطن کے ان خطوں کو جہاں مدارس دینیہ قائم ہیں اور قرآن و حدیث کی تعلیمات اور فقہ کے مسائل سے عوام الناس کو باخبر کیا جاتا ہے، ہمیشہ آباد رکھے اور ان کے فیض کو جاری و ساری رکھے۔(آمین)

(بقیہ از ص ۵۳)

۞ بے نظیر نے صدر کو بدعنوانیوں سے روکا جس پر وہ مخالف بن گئے۔(شیخ رفیق)

یہی بات صدر، بے نظیر کے بارے میں کہتے ہیں۔

۞ صفدر چوہدری کو گرفتار کرنے والے پولیس افسر نے خود ہی بے گناہ قرار دے دیا۔(ایک خبر)

یہ ہے وہ سسٹم جسے بے نظیر اور نواز شریف بچانا چاہتے ہیں۔

۞ جمہوری نظام کا مطلب ڈاکو راج قائم کرنا ہے (حمید گل)

اور مسٹر پریزیڈنٹ یہ راج دوبارہ قائم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

۞ حرامزادہ جاگیردار اور بدمعاش ہے مگر عوام اسے ہی منتخب کرتے ہیں (حنیف رامے)

آپ بھی توانہی حرامزادوں اور بدمعاشوں کے تنخواہ دار ہیں۔

۞ مولانا فضل الرحمن وزیر اعظم عورت کا ساتھ دے سکتے ہیں تو مجھ سے الیکشن کیوں نہیں لڑ سکتے؟ (مسرت شاہین)

پسند اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا۔

۞ مسرت شاہین نے ٹکٹ کے لئے رابطہ کیا تو غور کریں گے (جمعیت علماء اسلام مفتی محمود گروپ، ڈیرہ اسمٰعیل خان)

جمہوریت کے کرشمے ہیں۔

ترتیب: ادارہ

مسافرانِ عدم

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

○ حسن معاویہ کی رحلت: مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی کے نوجوان فرزند عزیزم حسن معاویہ گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

○ ماسٹر محمد سلیم صاحب کے والد کا انتقال: مجلس احرار اسلام کمالیہ کے قدیم کارکن محترم ماسٹر محمد سلیم صاحب کے والد محترم ۵ نومبر ۱۹۹۶ کو انتقال کر گئے۔

○ کریم بخش ناصر صاحب کو صدمہ: کمالیہ سے ہی ہمارے مہربان جناب کریم بخش ناصر (المعروف الکریم) کے پھوپھی زاد بھائی اور جناب محمد طیّب کے ماموں سسر، محمد شفیع سلیم (ڈسٹرکٹ رجسٹرار) محکمہ شناختی کارڈ ضلع خانیوال) ۲۴ نومبر ۱۹۹۶ کو رحلت فرما گئے۔

○ ماسٹر خورشید احمد مجاہد کو صدمہ: مجلس احرار اسلام (بستی قیصر چوہان ضلع رحیم یار خان) کے فعال کارکن محترم ماسٹر خورشید احمد مجاہد کی دادی صاحبہ ۲۹، ۳۰ نومبر ۱۹۹۶ کی درمیانی شب انتقال کر گئیں۔

○ والدہ ماجدہ حکیم ارشاد الحق غوری کی رحلت: مجلس احرار اسلام ملتان کے رکن اور ہمارے بہت ہی کرم فرما محترم حکیم ارشاد الحق غوری کی والدہ ماجدہ ۱۳ دسمبر جمعتہ المبارک کو رحلت کر گئیں۔

سالار بشیر مرحوم کی بیٹی کی رحلت: مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے سابق کارکن سالار بشیر مرحوم کی بیٹی گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

○ مولانا عبدالکریم صابر مرحوم: مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسمٰعیل خان کے سابق ناظم اور ہفت روزہ "مخلص" کے ایڈیٹر مولانا عبدالکریم صابر ۲۲ نومبر جمعتہ المبارک کو انتقال کر گئے۔ مرحوم انتہائی نیک سرشت اور ایثار پیشہ انسان تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سید حسین احمد مدنی اور دیگر اکابر حق سے ان کے گہرے روابط تھے۔ وہ کہنہ مشق شاعر، صحافی اور ادیب تھے۔ بحیثیت صحافی ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ وہ آج کل ڈیرہ اسماعیل خان پریس کلب کے سرپرست بھی تھے۔

○ مولانا ایوب الرحمن جالندھری کی شہادت: مدرسہ خیر العلوم، مسجد الخیر ممتاز آباد ملتان کے مہتمم مولانا ایوب الرحمن جالندھری تین ماہ کی علالت کے بعد ۲۴ دسمبر ۱۹۹۶ء کو انتقال کر گئے۔ وہ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۶ کو مسجد الخیر میں نماز فجر کے دوران ہونے والی دہشت گردی کے شکار ہوئے تھے اس حادثہ میں ۲۶ نمازی شہید ہو گئے تھے۔ مولانا ایوب الرحمن بھی اپنے شہید نمازیوں سے جا ملے۔ وہ بانی مدرسہ مولانا محمد اسحٰق جالندھری مرحوم

کے چھوٹے بیٹے تھے اور نہایت باصلاحیت نوجوان تھے۔

○ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی بیٹی کی رحلت: جامعہ خیر المدارس کے بانی حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی بیٹی، مولانا محمد علی جالندھری مرحوم کی بہو، قاری محمد حنیف جالندھری، جناب قمر الحق قمر اور مولوی نجم الحق صاحب کی پھوپھی صاحبہ ۲ دسمبر ۱۹۹۶ء کو رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ نہایت عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں اور اپنے جلیل القدر والدِ ماجد کے نقشِ قدم پر عمل پیرا تھیں۔

سید احسان علی شاہ مرحوم: ملتان سے ہمارے دیرینہ کرم فرما، سید احسان علی شاہ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۶ کو انتقال کر گئے۔ مرحوم کے ایک بھائی سید ثمر علی شاہ مرحوم دو ماہ قبل مسجد الخیر ملتان میں دہشت گردوں کی فائرنگ کے دوران شہید ہوگئے تھے۔

○ جناب عبداللطیف خالد چیمہ کے چچا جناب محمد صدیق کی رحلت: مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما جناب عبداللطیف خالد چیمہ کے چچا، محترم چودھری محمد صدیق صاحب ۲۱ دسمبر کی شام چیچہ وطنی میں انتقال کر گئے۔

پروفیسر محمد عباس نجمی کو صدمہ: ہمارے رفیق فکر اور دیرینہ مہربان، محترم پروفیسر محمد عباس نجمی اور جناب پروفیسر محمد عاصم ندیم کی پھوپھی صاحبہ گزشتہ دنوں چیچہ وطنی میں انتقال کر گئیں۔

چیچہ وطنی سے ہی احرار کارکن رانا قمر الاسلام (حال مقیم سعودی عرب) کے بھائی رانا تنویر الاسلام کی خوشدامن اور روزنامہ پاکستان کے نمائندہ رانا عبداللطیف کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔

○ جناب محمد شفیق صاحب کو صدمہ: لاہور سے ہمارے کرم فرما محترم محمد شفیق صاحب کے بھائی محمد سعید صاحب انتقال کر گئے۔

○ حضرت قاری محمد اسمٰعیل نقشبندی کی رحلت: برصغیر پاک و ہند کے معروف روحانی پیشوا مولانا الحاج القاری حافظ محمد موسیٰ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین پیر طریقت مولانا قاری محمد اسماعیل نقشبندی ۸ دسمبر کو ۲ بجے شب انتقال کر گئے۔ مرحوم دارالعلوم موسویہ نقشبندیہ جلال پور پیروالہ کے مدیر اعلیٰ، قاری محمد یعقوب نقشبندی، طائف میں مقیم قاری حافظ رشید احمد نقشبندی، مدینہ منورہ میں قیام پذیر قاری حسین علی نقشبندی موسوی کے بڑے بھائی، مجلس احرار اسلام جلال پور کے رہنما محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی، قاری عبدالرحیم فاروقی کے ماموں تھے۔ وہ اپنی زندگی میں روحانی علم و فیض سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو علم ہدایت کا درس دیتے رہے۔ مرحوم کی نماز جنازہ میں ہزاروں مریدین، متوسلین خلفاء اور سیاسی سماجی افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ ابن امیر شریعت مولانا قاری حافظ سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ انہیں دارالعلوم موسویہ نقشبندیہ میں اپنے والد گرامی حضرت حافظ محمد موسیٰ نقشبندی کے پہلو میں سپردخاک کیا گیا۔ قاری محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سوگواران میں ایک بیوہ، آٹھ بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ مرحوم کے بڑے بیٹے مولانا حافظ محمد قاسم موسوی کو ان کا روحانی جانشین قرار دیا گیا ہے۔

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

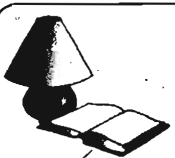

تبصرہ نگار: سید کفیل بخاری

کتاب: شان صحابہ رضی اللہ عنھم   مرتب: مولانا قاضی محمد زاھد الحسینی

ضخامت: ۱۲۸ صفحات: قیمت: ۳۰ روپے علاوہ ڈاک خرچ   ناشر: دارالاشاعت، مدنی روڈ، اٹک شہر

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے انہیں رحمۃ اللعالمین ﷺ کی معیت اور صحبت سے سرفراز فرمایا۔ اس قدسی صفت جماعت کو زمانی اور مکانی دونوں معیتیں نصیب ہوئیں۔ خود نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق "اللہ نے انہیں میرے لیئے چن لیا" قرآن کریم میں تقریباً ساڑھے چار سو آیات صحابہ کرام سے متعلق ہیں۔ اللہ جل شانہ نے انہی کے ایمان و عمل کو حجت کے طور پر پیش کیا ہے اور انہیں معیار حق قرار دیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ نے نہایت سادہ اور سلیس انداز میں فضائل و مناقب اور خصائل صحابہ کرام رضی اللہ عنھم جمع کئے ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ ۳۴ عنوانات قرآنی آیات سے مدلل و مزین ہیں۔ تشریح و تفصیل کے لیئے احادیث رسول ﷺ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ابتداء میں "نفاق کی تشریح" کے زیر عنوان قرآن کریم میں منافقین کی مذکور نشانیوں کو بیان کیا گیا ہے تاکہ سبائی اور رافضی پروپیگنڈے سے مرعوب و متاثر مسلمان، مومن اور منافق میں تمیز کر سکیں۔

کتاب کے آخر میں "ارشادات قرآنی کا خلاصہ" کے زیر عنوان صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی شان میں وارد آیات قرآنی مع ترجمہ درج کی گئی ہیں۔

حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی مرتب کردہ یہ مختصر کتاب انتہائی اہم، جامع اور لائق مطالعہ ہے۔ عصر حاضر کے فتنوں میں "ناقدین صحابہ" کا فتنہ نہایت خطرناک ہے اور اس کی فتنہ سامانیوں کے سدباب کے لیئے کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

"انوار الحدیث"

افادات: حضرت مولانا قاضی محمد زاھد الحسینی   مرتبہ: محمد عثمان غنی..... ضخامت: ۲۷۲ صفحات

طبع اول: ربیع الاول ۱۴۱۷ھ بمطابق جولائی ۱۹۹۶ء   ہدیہ: ۱۶۰/۰۰ روپے   ناشر: دارالارشاد مدنی روڈ اٹک شہر

حضرت مولانا قاضی محمد زاھد الحسینی مدظلہ گزشتہ چھتیس برس سے واہ کینٹ میں درس حدیث کے ذریعے مسلمانوں کو دعوت دین دے رہے ہیں۔ آپ کے ان دروس کو جناب عثمان غنی مرتب کر کے شائع کر رہے ہیں۔

(بقیہ ص ۱۸ پر دیکھیں)

زیر نظر کتاب "انوار الحدیث" انہی دروس حدیث کا چوتھا مجموعہ ہے جو حسب سابق جناب عثمان غنی نے ہی بڑی محنت اور خلوص سے مرتب کیا ہے اور حضرت قاضی صاحب کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے۔ اس مجموعے میں ۷۲ احادیث مبارکہ کا ذکر ہے۔ تشریحات میں قرآنی آیات اور احادیث بھی آگئی ہیں ۔ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کئی شخصیات کا تعارف بھی ضمناً درج ہے۔ ۸۰ عنوانات پر مشتمل یہ مجموعہ احادیث کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے۔ سیرت طیبہ، سیرت اصحاب و ازواج رسول علیہم الرضوان، معاملات، اخلاق و عادات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں قائم دینی سماج کے خوبصورت مناظر اس کتاب میں موجود ہیں جنہیں پڑھ کر ایمان و یقین کو جلا ملتی ہے۔ فکر آخرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور دینی زندگی کی خوبصورت راہوں کے در وا ہوتے ہیں۔

کنز العلم والعمل:

تدوین و ترجمہ: محمد نذیر رانجھا ضخامت: ۱۴۶ صفحات بار اول: ۱۹۹۶..... قیمت ۹۰/- روپے

ناشر: عتیق پبلشنگ ہاؤس، ماڈل ٹاؤن، کھوتہ روڈ، اسلام آباد

دجل و تلبیس، کافرانہ تہذیب اور ملحدانہ افکار و خیالات کی یلغار کے اس دور میں حدیث رسول ﷺ کی تبلیغ و اشاعت نہایت اہم فریضہ ہے۔ کفار و مشرکین کی تہذیب و ثقافت سے مرعوب مسلمانوں کی گمراہی کا اصل سبب ہی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ان کا تعلق انتہائی کمزور ہو گیا ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمان اسی لئے کامیاب و کامران ہوئے کہ وہ صحیح معنوں میں نبی علیہ السلام کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشادات نبوی ﷺ کے ایک ایک حرف کو متاع عزیز سمجھ کر محفوظ کیا اور اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اداؤں کو بھی اپنی عملی زندگی میں محفوظ کیا۔ یعنی ان کی زندگی اتباع سنت کا بہترین نمونہ تھی۔ "کنز العمال" حدیث کی اہم کتاب ہے۔ جناب محمد نذیر رانجھا نے کنز العمال کی "کتاب العلم" کی ۴۹۱ احادیث مبارکہ کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ جو عربی متن کے ساتھ اس کتاب میں شامل ہے۔ یہ کتاب علم و عمل کا خزانہ ہے اور اس کا مطالعہ یقیناً دینی زندگی اختیار کرنے کا محرک ہے۔

حدیث رسول ﷺ سے عداوت کیوں؟

مؤلف: ڈاکٹر مفتی عبد الواحد..... ضخامت: ۲۴ صفحات ہدیہ: دعاء خیر..... اشاعت: ستمبر ۱۹۹۶ء

ملنے کا پتہ: قاری محمد حسن ناصر، مدرسہ ناصر العلوم، رشید ٹاؤن، مانگا منڈی، ضلع لاہور۔

دور جدید کے فتنوں میں منکرین حدیث کا فتنہ نہایت خطرناک اور گمراہ کن ہے جو براہ راست اور بلاواسطہ قرآن سے استفادے کا دعوے دار ہے اور اسی دعوے کی بنیاد پر حدیث کا انکار کر کے مسلمانوں کا تعلق قرآن اور حدیث دونوں سے قطع کر رہا ہے۔ سر سید احمد خان، اسلم جیراج پوری، عبد اللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز اسی سلسلہ گمراہی کی کڑیاں ہیں۔

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب نے مشہور منکر حدیث ڈاکٹر قمر الزماں کے دو رسائل (۱) سرچشمۂ ہدایت صرف القرآن (۲) حقیقت حدیث۔ میں حجیت حدیث پر کیئے گئے۔ اعتراضات کا علمی محاسبہ کیا ہے۔ علم حدیث سے محروم مسلمانوں کے لئے اس پمفلٹ کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ یہ پمفلٹ درج بالا پتہ سے دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کیا جاسکتا ہے۔

"انوار العلماء"

مؤلف: مولانا محمد عظیم صاحب گمٹالوی مرتبین: قاری جمیل الرحمن اختر، قاری محمود الحسن گمٹالوی

ضخامت: ۲۷ صفحات ..... اشاعت اکتوبر ۱۹۹۵ قیمت: ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ: جامعہ حنفیہ قادریہ ۲۸۵ جی ٹی روڈ، باغبانپورہ، لاہور

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ نے لکھا ہے "علماء امت کا ہراول دستہ ہیں۔ اگر ہراول دستہ ہی شکست کھا جائے تو امت کا کیا حال ہوگا"

صاحب علم و عزیمت علماء نے ہی دین کی دعوت میں اپنی زندگیاں کھپا دیں۔ اب قیامت تک علماء حق ہی امت کو دین کی دعوت دیتے رہیں گے اور ہدایت کا ذریعہ بنتے رہیں گے۔ ان کی گفتگو اور علم سے لوگ سیراب ہوتے رہیں گے۔ زیر تبصرہ کتاب "انوار العلماء" میں جن علماء کے احوال و آثار مختصراً درج کئے گئے ہیں ان میں مولانا نور احمد امرتسری، مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا عبدالشکور (دیوبند) مفتی محمد شفیع، قاری محمد طیب رحمھم اللہ کے اسماء شامل ہیں۔

مولانا محمد عظیم صاحب گمٹالوی خیر المدارس ملتان کے فاضل ہیں اور ایک علمی خاندان کے فرد فرید۔ انہوں نے ان بزرگوں کے علمی اور صبر و عزیمت سے بھرپور واقعات کو نہایت خوبصورتی سے جمع کیا ہے۔ جن کا مطالعہ یقیناً نفع سے خالی نہیں۔ کمپیوٹر کتابت، سہ رنگا ٹائٹل کارڈ کور اور طباعت معیاری ہے۔

دعا صحت

ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری اور انکی اہلیہ علیل ہیں۔

لاہور سے ہمارے کرم فرما محترم احمد علی صاحب کی والدہ ماجدہ اور بھائی محمد یوسف صاحب کی ہمشیرہ شدید علیل ہیں۔

مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے انتہائی مخلص کارکن محترم صوفی محمد سلیم صاحب ان دنوں شدید علیل ہیں۔

اراکین ادارہ ان کی صحت یابی کے لئے دعاء گو ہیں۔ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ تمام مریضوں کی شفاء یابی کے لئے دعاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

مجلس احرار اسلام، دینی انقلاب کی داعی جماعت ہے۔ یہ انقلاب دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کئے بغیر ممکن نہیں۔ موجودہ کافرانہ نظام ریاست جمہوریت اور کافرانہ تہذیب و ثقافت کے خلاف نئی نسل کی ذہن سازی اور تربیت کے لئے مدارس میں ایسا ماحول پیدا کیا جانا از حد ضروری ہے جو دینی انقلاب کی منزل قریب تر کر دے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ کے زیر اہتمام وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت درج ذیل مدارس تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔

۱	مدرسہ ختم نبوت	مسجد احرار	ربوہ ضلع جھنگ فون: (04524)" 211523
۲	بخاری پبلک سکول	" "	ربوہ ضلع جھنگ فون: " "
۳	مدرسہ معمورہ	جامع مسجد ختم نبوت	دار بنی ہاشم، ملتان فون: (061) 511961
۴	مدرسہ معمورہ	مسجد نور	تغلق روڈ، ملتان
۵	مدرسہ معمورہ	مسجد اسامہ	فاروق پورہ، پرانا شجاع آباد روڈ ملتان
۶	مدرسہ محمودیہ	مسجد المعمور	ناگڑیاں، ضلع گجرات
۷	دارالعلوم ختم نبوت	جامع مسجد چیچہ وطنی	فون: (0445) 611657
۸	احرار ختم نبوت مرکز	مسجد عثمانیہ	ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی فون: (0445) 610955
۹	مدرسہ ختم نبوت	مسجد ختم نبوت	شہزاد کالونی صادق آباد
۱۰	مدرسہ ختم نبوت	مسجد ختم نبوت	نواں چوک، گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
۱۱	مدرسۃ العلوم الاسلامیہ	جامع مسجد	گڑھا موڑ (وہاڑی) فون: (0693) 690013
۱۲	مدرسہ ابوبکر صدیق	جامع مسجد ابوبکر صدیق	تلہ گنگ (چکوال)
۱۳	بستان عائشہ (برائے طالبات)		دار بنی ہاشم، ملتان فون: (061) 511356
۱۴	مدرسۃ البنات (برائے طالبات)		گڑھا موڑ فون: " "
۱۵	سادات اکیڈمی (برائے طلباء)		دار بنی ہاشم ملتان فون: (061) 511961
۱۶	مدرسہ احرار اسلام		بستی شام دین (قاسم پور)
۱۷	مدرسہ احرار اسلام رحیمیہ		بستی گودڑی (حاصل پور)
۱۸	مدرسہ احرار اسلام		مسجد سیدنا علی المرتضیٰ، چکڑالہ، ضلع میانوالی
۱۹	مدرسہ معاویہ	مسجد معاویہ	جھنگ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ
۲۰	مدرسہ معمورہ		بستی مہر پور ضلع مظفر گڑھ

11 ادارے اپنے اخراجات خود برداشت کرتے ہیں جبکہ 9 اداروں کا کفیل وفاق ہے جن میں بامشاہرہ تعلیم و تدریس اور دیگر امور سرانجام دینے والے افراد کی کل تعداد 30 ہے۔ ان کے اخراجات کا سالانہ تخمینہ 15 لاکھ روپے ہے۔ مستقبل کے تعلیمی، تنظیمی، اور تعمیری منصوبوں کی تکمیل پر تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ تعاون آپ کریں، دعا اور کام ہم کریں گے، اجر اللہ پاک دیں گے

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ منی آرڈر
سید عطاء المحسن بخاری
دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بینک ڈرافٹ / چیک
اکاؤنٹ نمبر 29932،
حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو! ایک ہوجاؤ!

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت، قائم شدہ: ۱۹۳۴ء، قادیان

بانی: رئیس الاحرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

انیسویں سالانہ دو روزہ ۶، ۷ مارچ ۱۹۹۷ء

جامع مسجد احرار ربوہ

شہداء ختم نبوت کانفرنس

بروز جمعرات، جمعہ

زیر سرپرستی: شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

زیر صدارت: قائد تحریک تحفظ ختم نبوت ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ

خطباء

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری * مولانا محمد اسحٰق سلیمی * مولانا محمد مغیرہ * پیر سید محمد اسعد شاہ ہمدانی * قاری محمد یوسف احرار * مولانا عبدالستار جھنگوی * مولانا ضیاء الرحمٰن * مولانا احمد معاویہ * مولانا عبدالرزاق * مولانا قاری ظہور الرحیم * مولانا قاری عبدالرشید * مولانا محمود الحسن * مولانا ابوریحان * مولانا قاضی محمد طاہر الہاشمی * مولانا محمد زمان * جناب پروفیسر خالد شبیر احمد * سید محمد کفیل بخاری * عبداللطیف خالد چیمہ * حافظ کفایت اللہ * ابوسفیان تائب * جناب صلاح الدین * سید محمد ارشد بخاری ایڈووکیٹ * رانا شبیر احمد احرار * محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ * جناب عبدالرؤف * جناب مشتاق احمد

پروگرام

۶ مارچ بروز جمعرات بعد از مغرب۔ مجلس مذاکرہ۔ ۷ مارچ بعد نماز فجر، درس قرآن کریم قبل از نماز جمعہ تا عصر۔ علماء طلباء وکلاء اور دانشوروں کے بیانات

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ ۲۱۱۵۲۳، ملتان ۵۱۱۹۶۱، لاہور ۵۷۶۲۹۵۴، ۷۵۶۰۴۵۰، چیچہ وطنی ۲۱۱۶۵۷، ۶۱۰۹۵۳